ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ
ایک مجلس کی تین طلاق
مُحدّثین کی عدالت میں
تصنیف
مفتی محمد محبوب رضا مصباحی
(نوری دار الافتاء، کوٹر گیٹ، بھیونڈی)
شائع کردہ
رضا اکیڈمی
بھیونڈی

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

ایک مجلس کی تین طلاق

محدثین کی عدالت میں

تصنیف

مفتی محمد محبوب رضا مصباحی

نوری دارالافتاء کوٹر گیٹ بھیونڈی

شائع کردہ

رضا اکیڈمی

۴۰۰/امام احمد رضا روڈ، کوٹر گیٹ، بھیونڈی

بکلک آرٹ، سلیمان بلڈنگ، کوٹر گیٹ، بھیونڈی - 9822088370

نام کتاب : ایک مجلس کی تین طلاق محدثین کی عدالت میں

تصنیف: محمد محبوب رضا مصباحی

پتہ: نوری دارالافتاء، سنّی جامع مسجد کوٹر گیٹ، امام احمد رضا روڈ، بھیونڈی (ممبئی)

موبائیل: 9850658199 mrqmisbahi@gmail.com

کمپوزنگ: سید شعیب رضا عبد الحمید، (بھیونڈی)

ڈیزائننگ اینڈ پرنٹنگ: کلِک آرٹ اینڈ پرنٹرس، بھیونڈی

سن اشاعت: صفر المظفر ۱۴۳۴ھ، جنوری ۲۰۱۳ء

تعداد: ۱۰۰۰

تعداد صفحات: ۸۰

ہدیہ: ۴۰/روپیے

بتعاون

الحاج اسلم عالمگیر ملکانی

ملکانی اسٹیٹ، کاندیولی (ایسٹ) ممبئی-۱۰۱

ملنے کے پتے :

۱) نیو سلور بک ایجنسی، محمد علی روڈ، ممبئی

۲) رضوی کتاب گھر، غیبی نگر، بھیونڈی

۳) اردو کتاب گھر، منگل بازار سلیپ، بھیونڈی

۵) چشتی کتاب گھر (مولانا ذاکر حسین) جانکی نگر، جنکپور، دھام (نیپال)

نام کتاب : ایک مجلس کی تین طلاق محدثین کی عدالت میں

تصنیف: محمد محبوب رضا مصباحی

پتہ: نوری دارالافتاء، سنّی جامع مسجد کوٹر گیٹ، امام احمد رضا روڈ، بھیونڈی (ممبئی)

موبائل: 9850658199 mrqmisbahi@gmail.com

کمپوزنگ: سید شعیب رضا عبدالحمید، (بھیونڈی)

ڈیزائننگ اینڈ پرنٹنگ: کلک آرٹ اینڈ پرنٹرس، بھیونڈی

سن اشاعت: صفر المظفر ۱۴۳۴ھ، جنوری ۲۰۱۳ء

تعداد: ۱۰۰۰

تعداد صفحات: ۸۰

ہدیہ: ۴۰/روپے

بتعاون

الحاج اسلم عالمگیر ملکانی

ملکانی اسٹیٹ، کاندیولی (ایسٹ) ممبئی-۱۰۱

ملنے کے پتے:

۱) نیو سلور بک ایجنسی، محمد علی روڈ، ممبئی

۲) رضوی کتاب گھر، غیبی نگر، بھیونڈی

۳) اردو کتاب گھر، منگل بازار سلیپ، بھیونڈی

۵) چشتی کتاب گھر (مولانا ذاکر حسین) جانکی نگر، جنکپور، دھام (نیپال)

فہرست

تقریظ

عمدۃ المحققین جامع معقولات و منقولات شہزادۂ صدر الشریعہ

حضرت علامہ **مفتی بہاء المصطفیٰ** قادری (مدظلہ العالی)

(شیخ الحدیث جامعۃ الرضا بریلی شریف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم .

نحمدہ و نصلی و نسلم علی حبیبہ الکریم

کسی موضوع پر تحقیقی مضمون سپرد قلم کرنا کتنا مشکل امر ہے، یہ اہل علم پر ظاہر ہے۔ موضوع کے ہر گوشہ پر نظر رکھنا اور تمام شبہات کا احاطہ کرکے ہر شق پر دلائل کے انبار لگا دینا کسی ماہر علم و فن کا ہی کام ہے۔ گرامی قدر مولانا مفتی محبوب رضا مصباحی دلائل کی گلفشانی کرتے ہوئے اس وادی کے پیچ و خم سے ایسا گذر گئے کہ دل سے سبحان اللہ ماشاء اللہ کی صدا بار بار آنے لگی۔ عزیزم موصوف ایک نوجوان صاحب علم، عالم، فاضل مفتی ہیں۔ اس عمر میں اتنا وسیع مطالعہ قابل ستائش ہے۔ میں مفتی صاحب کا پہلی ہی ملاقات میں گرویدہ ہوگیا۔ عزیزم موصوف کے اور بھی کئی رسائل ہیں جو عوام کیلئے بہت مفید ہیں۔

ع 'اللہ کرے زور قلم اور بھی زیادہ'

میں دعاء گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ عزیزم مفتی صاحب کو مزید قوت، ہمت، اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ان کی خدمات کو ذخیرہ آخرت بنائے اور عوام میں قبولیت عام و تام عطا فرمائے۔ (آمین) بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ و التسلیم

دعا گو،

بہاء المصطفیٰ قادری

خادم جامعۃ الرضا، بریلی شرف

یکم ستمبر ۲۰۱۲ء، ۱۳ ام شوال المکرم ۱۴۳۳ھ

۷۸۶

دعائیہ کلمات

بقیۃ السلف عمدۃ الخلف شہزادۂ صدر الشریعہ
حضرت **علامہ فداء المصطفیٰ** قادری صاحب قبلہ
(سابق استاذ جامعہ شمس العلوم، گھوسی)

حضرت مولانا مفتی محبوب رضا مصباحی صاحب کی کتاب ''ایک مجلس کی تین طلاق محدثین کی عدالت میں'' زیر نظر ہے۔ اس کتاب میں مفتی صاحب نے طلاق سے متعلق احادیث کریمہ کا انبار لگا دیا ہے، جس سے یہ مسئلہ آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہوگیا کہ حضور ﷺ و نیز صحابہ کرام کے زمانے سے لے کر آج تک ایک مجلس یا مختلف مجالس میں دی گئی تین طلاق علمائے حق کے نزدیک تین ہی شمار کی گئی ہیں۔ مفتی صاحب کا اسلوب تحریر اور قوت استدلال میں ان لوگوں کے بخیئے ادھیڑ کے رکھ دیئے ہیں جو اس بات کے دعویدار ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی شمار کی جاتی تھی۔ مولیٰ تعالیٰ مفتی صاحب کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور مزید زور قلم عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

فداء المصطفیٰ قادری

۳؍ جنوری ۲۰۱۳ء

۲۰؍ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ

تقدیم

مفتی اعظم ممبئی قاضی شریعت

حضرت علامہ **مفتی محمود اختر القادری** (حفظہ اللہ)

(رضوی امجدی دارالافتاء ممبئی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دینا اگرچہ ممنوع وگناہ ہے لیکن جمہور صحابۂ کرام وتابعین عظام، ائمہ مجتہدین وعلمائے متقدمین ومتاخرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب یہی ہے کہ تینوں واقع ہوجائیں گی۔ تفسیر صاوی میں ہے:

"اذاقال لھاانت طالق ثلاثاوالبتة وھذاھوالمجمع علیه،، یعنی اگرکوئی شخص اپنی بیوی کو یوں کہہ دے کہ تو تین طلاقوں سے مطلقہ ہے تو تینوں واقع ہوجائنگی اس پرامت کا اجماع ہے۔

محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ والرضوان فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

"ذھب جمھور الصحابة والتابعین ومن بعدھم من ائمة المسلمین الیٰ انه یقع الثلٰث،، یعنی تمام صحابہ وتابعین اوران کے بعد کے ائمہ مسلمین کا مذہب یہی ہے کہ تینوں واقع ہوجائیں گی۔

لیکن غیر مقلدین زمانہ چونکہ ہرجگہ نفس کا آرام تلاش کرتے ہیں اور جس بات میں نفس امارہ کوراحت حاصل ہووہی ان کا دین وایمان ہے اگرچہ وہ باطل سے باطل اورضعیف سے ضعیف تر قول ہوانہیں صحابۂ کرام کے اتباع وپیروی کی توفیق نہیں ہوئی۔ جن

کے بارے میں سید عالم ہادی دوعالم ﷺ کا ارشادگرامی ہے "اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم" میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جن کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاجاؤگے۔ہاں!ابن تیمیہ جیسے گمراہ وگمراہ گر شخص کی اندھی تقلید میں اجماع کی مخالفت ضرور کرتے ہیں ابن تیمیہ کے اتباع میں ان غیر مقلدین کا بھی محض نفسانی آسانی کیلئے یہ باطل عقیدہ ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی ہے نفس امارہ کی پیروی میں نہ انہیں قرآن حکیم اوراحادیث کریمہ کے احکام کی پرواہ ہے نہ ہی صحابۂ کرام کے اقوال ومذہب کا خیال۔یہ اپنے باطل موقف تین طلاق کے ایک ہونے کی تائید میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت تو پیش کرتے ہیں لیکن اس امر میں خود ان کا کیا مذہب ہے اس سے بالکل انحراف کرتے ہیں۔تعصب وگمراہی کی عینک لگا کر دیکھنے والوں کو اتنی بھی سوجھ بوجھ نہیں کہ ایک جلیل القدر صحابی جو سید المفسرین اور حبر الامۃ کے لقب سے معروف وممتاز ہیں انہوں نے اپنی ہی روایت کردہ حدیث پاک کے خلاف موقف کیوں اختیار فرمایا؟اوررسول اکرم ﷺ کے ارشادگرامی کے ہوتے ہوئے ایسافتوی کیوں صادر فرمایا جس سے اس کی نفی ہوتی ہو اگر تعصب کی عینک اتار کر احقاق حق کی نظر سے دیکھتے تو ان پر ضرور آشکارہ ہوجاتا کہ صحابی رسول ﷺ اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف کوئی موقف اسی وقت اختیار کرسکتے ہیں جب اس حدیث کا منسوخ یا مؤول ہونا ان کے نزدیک ثابت ہو جیسا کہ نبراس میں ہے:"ان روایة اذا عمل بخلافه کان ذالک طعنا فی صحة او دلیلا علی انه منسوخ او مصروف عن الظاهر" غیر مقلدین اپنے موقف کی تائید میں ضعیف سے ضعیف تر قول کو بھی خوب بغلیں بجابجا کر پیش کرتے ہیں اور ہم سے بخاری شریف یادیگر صحاح ستہ کی حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں اور جب حدیثیں پیش کی جاتی ہیں تو ضعیف ضعیف کی رٹ لگاتے ہیں۔مجلس واحد میں طلاق ثلاثہ کے بارے میں بھی انکا وہی پرانا جاہلانہ رویہ ہے اور جس حدیث کا جواب علمائے اہل سنت سیکڑوں مرتبہ دے چکے ہیں اسے عوام کے سامنے اس طرح پیش کرتے ہیں جیسے علمائے حق

کے پاس اس کا کوئی جواب ہی نہیں ہے۔

زیرنظر کتاب "**ایک مجلس کی تین طلاق محدثین کی عدالت میں**" اس موضوع پر بہت ہی مدلل اور محققانہ بحث ہے جس حدیث کو غیر مقلدین اپنے موقف کی تائید میں بڑے طنطنے کے ساتھ پیش کرتے ہیں فاضل مصنف نے اس پر بہت ہی سیر حاصل گفتگو کی ہے اور غیر مقلدین کے استدلال کا بڑا دندان شکن جواب دیا ہے اگر واقعی عمل بالحدیث کے دعوی میں کچھ بھی صداقت ہوگی تو اپنے موقف سے تائب ہوکر جمہور کا مذہب ضرور اختیار کرلیں گے مگر ایسا ہونا ممکن نہیں کہ یہ لوگ "ختم الله علی قلوبهم" کے مصداق ہیں۔

اس کتاب کے فاضل مصنف جناب مولانا مفتی محبوب رضا مصباحی صاحب بہت ہی باصلاحیت، فعال اور متحرک نوجوان عالم ہیں انہوں نے بدعقیدوں کے باطل موقف کے رد میں کئی ایک کتابیں تصنیف کی ہیں جو دلائل وبراہین سے مزین ہیں یہ اپنی تقریر وتحریر کے ذریعہ مسلک اعلی حضرت کی خدمات بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔رب قدیر اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقہ میں انکی دینی ومسلکی خدمات کو قبول فرمائے اس کتاب کو بھی خواص وعوام میں مقبول فرمائے اور دارین میں انہیں بہترین جزا عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی سید المرسلین علیه الصلاۃ و التسلیم.

سگ بارگاہ رضا و مصطفیٰ

محمود اختر القادری عفی عنه

خادم الافتاء رضوی امجدی دار الافتاء ممبئی ۳۔

۸/ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ

سبب تصنیف

الحمدللہ! ایک مجلس کی تین طلاق کے تین ہونے پر علمائے اہل سنت کی کتابیں اور رسائل کثیر تعداد میں موجود ہیں ان میں سے بعض بہت معیاری اور دلائل کے اعتبار سے بہت اہم ہیں۔اب ظاہری بات ہے کہ اس موضوع پر مزید کچھ لکھنے کی حاجت نہیں تھی لیکن اسکے باوجود اس موضوع پر میں نے قلم اٹھانے کی جسارت کی اسلئے کہ عروس البلاد ممبئ اور اس کے مضافات میں اہل حدیث مولویوں کے فتنہ انگیز بیانات اور عمل بالحدیث کے نام پر ان کے فریبی فتوے سے عوام اہل سنت میں اضطراب کا ایک تسلسل دیکھا۔تقریباً دو سال پیشتر محبّ گرامی حضرت مولانا شمشاد نوری (موجودہ اما م مکہ مسجد شاستری نگر بھیونڈی) ایک ایسے سنی حنفی مسلمان کو ساتھ لے کر ,,نوری دارالافتاء کوٹر گیٹ،، تشریف لائے جو اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے چکا تھا اور کسی کے بہکاوے میں آکر جامعہ رحمانیہ کاندیولی ممبئ سے فتوی بھی حاصل کر چکا تھا، اس فتوی میں اہل حدیث مفتی نے ابن تیمیہ کی تقلید کرتے ہوئے لکھا کہ ''ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے ایک رجعی طلاق پڑتی ہے'' اور بطور دلیل مسند احمد میں درج حدیث رکانہ کو پیش کرتے ہوئے صحیح مسلم میں درج حدیث طاؤس کو بھی ذکر کیا۔صحیح مسلم کی حدیث سے اس نے یہ ذہن دینے کی کوشش کی ہے کہ عہد نبوی ﷺ، عہد صدیقی اور عہد فاروقی کے ابتدائی دو سالوں میں ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی طلاق شمار ہوتی تھی، فاروق اعظم نے تین طلاق کو تین قرار دیا اس لئے ہم لوگ عہد نبوی ﷺ کے طریقہ پر گامزن ہیں۔

اسی طرح جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ بھیونڈی سے ۲۰۱۱/۱/۱۰ کو ایک نام نہاد حنفی تبلیغی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیکر فتویٰ طلب کیا۔اس فتویٰ کا ایک حصہ ہدیۂ قارئین ہے:

''اللہ کے نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے دو سالوں میں تین طلاق ایک ہی شمار ہوتی تھی حضرت عمر نے لوگوں کی عجلت کو دیکھ کر سزا کے طور پر تین طلاق کو تین قرار دے کر نافذ کر دیا سرکاری مصلحت کے تحت ان کا ایک وقتی فیصلہ تھا ہمارے لئے محمد ﷺ کی سنت ہر چیز پر مقدم ہے اسلئے رکانہ نے جب اپنی بیوی کو تین طلاق دیا تو آپ نے فرمایا یہ ایک طلاق ہوئی جاؤ اپنی بیوی سے رجوع کر لو (مسند احمد) لہذا آپ بلا تاخیر اپنی بیوی سے رجوع کر کے اپنی ازدواجی زندگی بحال کر سکتے ہیں''۔

عبدالرشید سلفی، صفا لائبریری۔

دونوں جگہوں کے فتوے پڑھنے کے بعد اتنا تو ضرور اندازہ ہوا کہ ان لوگوں کو نہ تو فتوی نویسی کا طریقہ معلوم ہے اور نہ ہی انہیں آداب افتاء واصول افتاء سے کچھ واقفیت ہے اگر ان کے یہاں ممارست افتاء یا تخصص فی الفقہ کا کوئی شعبہ ہوتا تو شاید ہی اس طرح کی غلطی ہوتی، بس چند آیات واحادیث کے ترجمے یاد کر لئے اور مفتی بن گئے، اگر کوئی تصدیق کرنا چاہتا ہے تو انکے فتوے دیکھ لے، اس کو بھی ان کی جہالت کے ساتھ اس بات کا اندازہ ہوجائے گا کہ یہ لوگ پوری دنیا کو خود ساختہ فہم حدیث کا پابند بنانا چاہتے ہیں۔ بہر حال ایسے لوگوں سے فتوے وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو برائے نام مسلمان ہوتے ہیں۔ مخلص مومن کی یہ شان نہیں کہ اپنے مذہب سے وقتی سہولت کیلئے کسی بھی حال میں روگردانی کر کے کسی گمراہ مذہب کی پیروی کرے بلکہ مذاہب اربعہ کے مقلدین کیلئے بھی جائز نہیں کہ بلاضرورت شدیدہ اپنے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اپنائے، ورنہ شریعت مطہرہ بازیچۂ اطفال بن جائے گی، باوجودیہ کہ مذاہب اربعہ کے حق ہونے پر امت مسلمہ نے صدیوں پہلے اجماع کر لیا ہے۔

لہذا شوافع کیلئے ضروری ہے کہ ہر مسئلہ میں امام شافعی کی ہی اتباع کریں، احناف امام اعظم کی پیروی کریں کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: " لا تتبعو السبل فتفرق بکم عن سبیلہ" (انعام ۱۵۳) یعنی کئی راستے پر مت چلو بلکہ ایک راستہ پر چلو ایک کی پیروی کرو۔

جب ائمہ اربعہ کے مقلدین کے لئے اس بات کی اجازت نہیں کہ اپنے امام کو چھوڑ کر دوسرے امام کی پیروی کریں تو مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی اور مذہب کی اتباع کس طرح کی جائے گی حالانکہ امت مسلمہ کا اس بات پر بھی اجماع ہو چکا ہے کہ اگر کوئی مسلمان مذاہب اربعہ کے سوا کسی اور مذہب کی اتباع کرتا ہے تو وہ ضال مضل (گمراہ اور گمراہ گر) ہے۔ (دیکھئے حاشیہ ردالمختار، از سید احمد طحطاوی ۔ حجۃ اللہ البالغہ، از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

غیر مقلدین اگر اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں تو انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث پر بھی عمل کر لیتے ۔لیکن ان لوگوں نے صحیح مسلم کی حدیث کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ سرکاری مصلحت کے مطابق فاروق اعظم نے ایک مجلس کی تین طلاق کو تین قرار دیا جو عہد نبوی ﷺ کے طریقہ کے خلاف ہے۔شاید کہ اہل حدیث مولویوں کو اب تک یہ معلوم نہ ہوسکا کہ عہد نبوی ﷺ میں بھی ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی تھیں اس لئے فاروق اعظم پر عہد نبوی ﷺ کے معمول کی خلاف ورزی کا الزام لگا دیا اور اگر معلوم ہے تو مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ صحیح بخاری ودیگر کتب صحاح کی ان صریح روایات سے کیوں چشم پوشی کی جاتی ہے جن میں عہد نبوی ﷺ میں بھی ایک مجلس کی تین طلاق کے تین ہونے کی وضاحت ہے۔

یوں تو دین وسنیت کی خدمات کے جتنے ذرائع ہیں ان میں تصنیف کے بعد افتاء سب سے زیادہ اہم اور دماغ سوز بھی ہے۔جبکہ تصنیف وتالیف کا کام اس ترقی یافتہ دور میں

زیادہ مشکل نہیں ہے لیکن کسی مخالف فریق کو تحقیقی جواب دینا آج بھی کس درجہ دشوار ہے اس کا صحیح اندازہ انہیں کو ہوگا جنہیں اس دشوار گزار گھاٹی کو عبور کرنا پڑا ہو۔ میں نے اس کتاب میں اپنی معلومات کے مطابق ایک مجلس کی تین طلاق کے تین ہونے پر دلالت کرنے والی کم از کم چالیس (۴۰) احادیث، (صحاح ستہ کے ساتھ دیگر کتب احادیث سے بھی) جمع کر دیا ہے، نیز امت کے معتمد اور مستند محدثین، شارحین حدیث اور ائمہ اصول کے اقوال سے اہل حدیث کی متدل حدیثوں کا محققانہ اور محدثانہ جائزہ بھی پیش کر دیا ہے۔

الغرض اس کتاب میں ایک مجلس کی تین طلاق کے تین ہونے پر جتنی تفصیلات سپرد قرطاس کی گئی ہیں ان سے اس بات کا انشاء اللہ مکمل یقین ہو جائے گا کہ عہد رسالت ﷺ میں بھی ایک مجلس کی تین طلاقیں، تین شمار ہوتی تھیں مگر عمل بالحدیث کے نام پر بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرنا جماعت اہل حدیث کا بنیادی مقصد ہے اسلئے انکی متدل حدیثوں کو بھی محدثین کی عدالت میں پیش کر دیا ہے۔

میں اپنی اس کاوش کے ذریعہ اہلسنت و جماعت کی ترجمانی کرنے میں کہاں تک کامیاب ہوا اس کا فیصلہ قارئین ہی کریں گے۔ اہل علم سے گزارش ہے کہ اگر خامیاں نظر آئیں تو از راہ کرم اصلاح کریں یا اس **قلیل البضاعة** کو خبر کریں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اسکا ازالہ کیا جا سکے۔

طالب دعا

فقیر محمد محبوب رضا مصباحی

نوری دارالافتاء، کوٹر گیٹ بھیونڈی

۶ ررجب المرجب ۱۴۳۳ھ۔

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق کے متعلق امت مسلمہ کا موقف

مذہب اسلام کا یہ قانون ہے کہ اگر کوئی مسلمان اپنی ''مدخولہ'' بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دے تو اسکی بیوی پر تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور عورت بغیر حلالہ کرائے اس مرد کے لئے حلال نہیں ہوگی، چاہے شوہر نے تین لفظوں میں طلاق دیا ہو، مثلاً یوں کہا ہو، میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی۔ یا ایک ہی لفظ سے تین طلاق دیا ہو مثلاً یوں کہا ہو ''میں نے تم کو تین طلاق دی''۔ قرآن مقدس سے یہی ثابت ہے یہی رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ہے، اسی پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے، یہی تابعین، ائمہ مجتہدین، ائمہ اربعہ اور جمہور کا مسلک ہے اور سواد اعظم کا اسی پر عمل ہے۔ جیسا کہ امام نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح صحیح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں:

'' فقال الشافعی ومالک وابو حنيفة واحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلاث''

(شرح صحیح مسلم، کتاب الطلاق الثلاث، حدیث ۱۴۷۲، ص ۵۷)

یعنی امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور قدیم وجدید (اگلے اور پچھلے) جمہور علماء کے نزدیک یہ تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

البتہ امام اعظم اور امام مالک کے نزدیک بیک وقت تین طلاق دینا بدعت اور گناہ ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک گناہ نہیں بلکہ خلاف مستحب ہے اور امام احمد بن حنبل کے دو قول ہیں ایک میں امام شافعی کے ساتھ ہیں اور دوسرے قول میں امام اعظم اور امام مالک کے ساتھ ہیں۔

ایک مجلس کی تین طلاق کے تین ہونے پر قرآن مقدس سے دلیل

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے

"فان طلقها فلاتحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ"

(البقرہ ۲۳۰)

پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔

اس آیت سے قبل (آیۃ ۲۲۹) میں ہے " الطلاق مرتان فامساک بمعروف اوتسریح باحسان "یعنی دو طلاق کے بعد صرف دو ہی طریقے ہیں یا تو "فامساک بمعروف" پر عمل کیا جاے، جو بھلائی کے ساتھ رجوع کرنے سے ہوگا یا "تسریح باحسان" پر عمل کیا جائے، جو بغیر کسی زیادتی کے رجوع نہ کرنے پر ہوگا۔ اب دونوں آیت کا مطلب یہ ہوا کہ دو رجعی طلاقیں دینے کے بعد شوہر نے اگر فوراً تیسری طلاق دے دی تو اب وہ عورت اس مرد کیلئے حلالہ کے بغیر حلال نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ " الطلاق مرتان "یعنی دو بار طلاق دینا یہ اس سے عام ہے کہ ایک مجلس میں دو مرتبہ طلاق دی جائے یا دو طہروں میں دو مرتبہ طلاق دی جائے اور بہر حال دو تک رجعت کا اختیار رہے کہ چاہے تو عورت کو واپس کرلے اور چاہے تو چھوڑ دے لیکن اگر تیسری طلاق دی گئی تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوجائے گی خواہ شوہر نے اسی مجلس میں تیسری طلاق دی ہو یا کسی اور مجلس میں۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ طلاق کا حکم قرآن میں مطلق وارد ہے جو اپنے قاعدہ (المطلق یجری علی اطلاقه) کے مطابق کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے کسی شرط وقید سے آزاد ہی رہے گا ہاں! اگر قرآن میں "مجلس آخر" کا ذکر ہوتا تو مجلس کی شرط قابل لحاظ ہوتی لیکن قرآن میں ایسا کہیں بھی نہیں، اسلئے یہ شرط نص قرآن پر زیادتی ہے۔ علاوہ ازیں آیۃ " فان طلقها " میں جو "فا" ہے اس سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے کہ مجلس آخر کی

شرط درست نہیں ہے کیونکہ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ ''فا'' تعقیب بلامہلت کے لئے ہے یعنی جس چیز پر ''فا'' داخل ہوتی ہے وہ چیز ''فا'' کے ماقبل کے بعد فوراً ہوتی ہے جیسا کہ نحو کی مشہور کتاب ھدایۃ النحو میں ہے: ''الفاء للترتیب بلامهلة نحو قام زید فعمرو اذا كان زيد متقدما وعمرو متاخرا بلامهلة''

(القسم الثالث فی حروف، فصل حروف العطف، ص ۱۱۱)

یعنی ''فا'' ترتیب کے واسطے ہے مہلت اور وقفہ کے بغیر جیسے کھڑا ہوا زید پھر عمرو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عمرو، زید کے بعد فوراً کھڑا ہوا اور اگر کھڑا ہونے میں کچھ دیر ہوتو عرب ''فا'' کی جگہ ''ثم'' لاتے ہیں۔ قرآن حکیم میں تیسری طلاق کا ذکر ''ثم'' کے لفظ سے نہیں بلکہ ''فا'' کے لفظ سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دو طلاق دینے کے بعد اگر اسی مجلس میں فوراً بلا تاخیر تیسری طلاق دی جائے تو تیسری طلاق بھی نافذ ہو جائے گی کیونکہ لفظ ''فا'' اتحاد مجلس ہی کا مقتضی ہے۔ اصول فقہ کی مشہور کتاب، منار اور نور الانوار میں ہے:

" الفاء للو صل و التعقيب اى لكون المعطوف موصولا بالمعطوف عليه متعقباله بلا مهلة فيتراخى المعطوف عن المعطوف عليه بزمان وان قل ذالک الز مان بحيث لا يدرک اذلو لم يكن الزمان فاصلا اصلا كان مقارنا تستعمل فيه كلمة مع"

(نور الانوار، مبحث حروف العطف، ص ۱۲۳)

حرف ''فا'' تعقیب مع الوصل کے لئے ہے یعنی یہ بتانے کیلئے ہے کہ معطوف، معطوف علیہ کے بعد ہے اور ساتھ ہی بلامہلت اس سے متصل بھی ہے تو معطوف کا زمانہ معطوف علیہ کے بعد ہوگا اگرچہ وہ زمانہ اتنا کم ہو کہ اسکا احساس نہ ہو سکے کیونکہ اگر زمانہ بالکل فاصل نہ ہو تو مقارن ہوگا اور مقارنت بتانے کیلئے مع کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

غیر مقلدوں کے نزدیک بھی حرف ''فا'' کا یہی مفہوم ہے جیسا کہ نذیر حسین

صاحب معیار الحق میں لکھتے ہیں: ''فا'' ترتیب بے مہلت کے لئے ہے۔

(جمع بین الصلاتین)

یہ ہے ایک مجلس کی تین طلاق کے بارے میں قرآن مقدس کا فیصلہ جو تمام مسلمانوں کیلئے واجب التسلیم ہے لیکن عمل بالحدیث کی آڑ میں غیر مقلدوں نے بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی مہم چلانی شروع کردی ہے اسلئے جمہور امت کی تائید میں احادیث بھی سماعت کرتے چلیں۔

ایک مجلس کی تین طلاق کے تین ہونے پر احادیث اور شروحات احادیث سے استدلال

پہلی حدیث (۱)

''انّ رجلامن الانصار جاء الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أرایت رجلاوجدمع امرأته رجلاأیقتله ام کیف یفعلُ فانزل اللہ فی شانه ماذکَر فیِ القرآن من امرِ المتلاعنینِ فقال النبیُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد قضی اللہ فیکَ وفی امرأتکَ قال فتلاعَنا فی المسجد وانا شاهد فلمافرَغا قال کذبتُ علیها یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان أمسَکتُها فطلقها ثلاثاقبل ان یامره رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حین فرغامن التلاعُن ففَارَقَها عندالنبیِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال ذاکَ تفریق بین کل متلاعنین قال ابن جریج قال ابن شهاب فکانت السنة بعدهماان یفرق بین کل متلاعنین۔وفی مسلم بلفظ''ان عویمر العجلانی''

(بخاری، کتاب الطلاق، باب التلاعن فی المسجد، حدیث ۵۳۰۹۔نسائی، کتاب الطلاق، باب

الثلاث المجموعۃ باب الرخصۃ فی ذالک حدیث ۳۴۰۲۔ مسلم کتاب اللعان حدیث ۱۴۹۲،۱۔ ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب فی اللعان، حدیث ۲۲۴۵۔ بخاری، کتاب الطلاق، باب من اجاز طلاق الثلاث، حدیث ۵۲۵۹)

یعنی انصار میں سے ایک شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ یہ بتلایئے کہ ایک شخص اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو دیکھ لے تو اسکو قتل کردے یا کیا کرے؟ تو اللہ عزوجل نے اسکے بارے میں قرآن مقدس میں لعان کا مسئلہ نازل فرمایا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تیرے اور تیری بیوی کے درمیان اللہ تعالی نے فیصلہ فرمادیا'' حضرت سہل کہتے ہیں کہ ان دونوں نے مسجد میں میرے سامنے لعان کیا جب وہ لعان سے فارغ ہوگئے تو اس شخص نے کہا اب اگر اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو میں خود جھوٹا ہوں پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے پہلے لعان سے فارغ ہوتے ہی اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس نے اپنی بیوی سے علیحدہ اختیار کرلی آپ نے فرمایا سب لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق ہے، ابن شہاب کہتے ہیں اسکے بعد یہ طریقہ مقرر ہوگیا کہ سب لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کردی جائے۔

بخاری میں دوسری جگہ ہے:

''قال سهل فتلا عنا وانا مع الناس عند رسول الله ﷺ فلمّا فرغا من تلا عنهما قال عويمر كذبت عليها يا رسول الله ﷺ اِن امسكتها فطلقها ثلا ثا قبل ان يا مره رسول الله ﷺ''

(بخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان ومن طلق بعد اللعان، حدیث ۵۳۰۸۔ مسلم، حدیث

۱۴۹۲۔نسائی،حدیث ۳۴۰۲۔ابوداود،حدیث ۲۲۴۵)

حضرت سہل کہتے ہیں کہ ان دونوں نے مسجد میں حضور ﷺ کے سامنے لعان کیا درآں حالانکہ میں بھی لوگوں کے ساتھ موجود تھا حضرت عویمر نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اب اگر میں اسکو اپنے پاس رکھوں تو میں جھوٹا شمار ہوں گا پھر حضرت عویمر نے رسول اکرم ﷺ کے حکم دینے سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔

ایک اور جگہ یوں ہے "ان عویمر العجلانی........ فطلقها ثلاثا"

(بخاری، کتاب الطلاق، باب من اجاز طلاق الثلاث ، حدیث ۵۲۵۹ ملخصا)

یعنی حضرت عویمر عجلانی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی۔

دوسری حدیث (۲)

" عن ابن شهاب عن سهل بن سعد فی هٰذ الخبر قال فطلّقها ثلاث تطليقات عندرسول الله ﷺ فانفَذَه رسول الله ﷺ وكان ما صُنع عندالنبیّ ﷺ سُنّةً قال سهل حضرتُ هٰذا عندرسول اللّه ﷺ فمضت السنةُ بعد فی المتلاعنين ان يفرق بينهما ثم لايجتمعان ابدا" (ابوداؤد حدیث ۲۲۵۰)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد اس واقعہ میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان طلاقوں کو نافذ کر دیا اور جو چیز حضور ﷺ کے سامنے کی جائے وہ سنت ہوتی ہے حضرت سہل نے فرمایا میں اسوقت موجود تھا پھر لعان کرنے والوں کیلئے یہی طریقہ ہوگیا کہ ان میں تفریق کی جائے گی اور وہ کبھی مل نہ سکیں گے۔

بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی کی مذکورہ احادیث سے یہ امر بہر حال واضح ہوگیا کہ

صحابہ کرام کے درمیان یہ بات مشہور تھی کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے بیوی حرام ہوجاتی ہے اور اسکے بعد رجوع جائز نہیں ہے ورنہ حضرت عویمر رسول اکرم ﷺ کے سامنے تفریق کے قصد سے اپنی بیوی کو لفظ واحد سے تین طلاقیں نہیں دیتے حالانکہ انہوں نے اپنی بیوی سے تفریق اور تحریم کے لیے حضور ﷺ کے سامنے اس کو تین طلاقیں دیں۔

اگر ایک مجلس کی تین طلاقوں سے صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوتی جیسا کہ غیر مقلدوں کا نظریہ ہے تو اس صحابی کا یہ فعل عبث ہوتا اور سید عالم ﷺ ان سے ضرور فرماتے کہ بیک وقت تین طلاقوں سے تمہاری مفارقت نہیں ہوگی جبکہ آپ نے ایسا کچھ نہ فرمایا بلکہ انہوں نے تین طلاقیں ایک مجلس میں دیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان تین طلاقوں کو نافذ کردیا۔

حضرت عویمر کے اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد کسی انصاف پسند شخص کیلئے اس مسئلہ میں شک وشبہات کی گنجائش ہی نہیں رہتی کہ بیک وقت تین طلاق دینے سے تینوں واقع ہوجاتی ہیں۔

اب میں اس وضاحت کی تائید میں شارحین حدیث کے نظریات پیش کرتا ہوں تاکہ اہلسنت پر خود ساختہ فہم حدیث کا الزام عائد نہ ہو، چنانچہ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ بخاری کی ذکر کردہ حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

" وامضاہ رسول اللہ ﷺ ولم ینکر علیہ فدل علی ان من طلق ثلاثا یقع ثلاثا "

(عمدۃ القاری، تحت حدیث ۵۲۵۹۔ ج،۲۰ص ۲۳۴ دارالکتب العلمیہ بیروت)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے حضرت عویمر کی دی ہوئی تینوں طلاقوں کو نافذ کردیا اور آپ نے اس پر انکار نہ فرمایا پس اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اگر کوئی شخص ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدے تو تینوں واقع ہوجائیں گی۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ رقمطراز ہیں:

" وقد وقع فی شرح مسلم للنوی وذالک لانه ظن ان اللعان لایحرمها علیه فاراد تحریمها بالطلاق فقال هی طالق ثلاثا "

(فتح الباری، تحت حدیث ۵۳۰۸، ج ۱۰، ص ۶۳۸۹ العصریہ صیدا بیروت)

یعنی شرح مسلم میں ہے کہ انھوں نے تین طلاقیں اسلئے دیں کہ ان کا گمان یہ تھا کہ لعان سے انکی بیوی حرام نہیں ہوئی تو انھوں نے کہا "اسکو تین طلاقیں ہیں"۔

امام حافظ ابن حجر نے شرح مسلم کے جس اقتباس کا تذکرہ کیا وہ یہ ہے:

" واما قوله کذبت علیها یا رسول الله ﷺ ان امسکتها فهو کلام تام مستقل ثم ابتدأ فقال هی طالق ثلاثا تصدیقا لقوله فی انه لایمسکها وانما طلقها لانه ظن ان اللعان لایحرمها علیه فاراد تحریمها بالطلاق فقال هی طالق ثلاثا فقال له النبی ﷺ لاسبیل لک علیها " (شرح صحیح مسلم للنووی، الجزء العاشر، کتاب اللعان، تحت حدیث ۱۴۹۲، ج ۱، ص ۹۵ عصریہ صیدا بیروت)

امام ابوزکریا یحیٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں کہ صحابی رسول ﷺ کا قول "اگر میں اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو میں خود جھوٹا ہوں" یہ ایک مستقل اور مکمل کلام ہے پھر انہوں نے دوسرا کلام شروع کیا تو کہا اسے تین طلاقیں ہیں یہ انکے اس کلام کی تصدیق ہے جو انہوں نے کہا "اب میں اسکو نہیں رکھوں گا" اور انھوں نے اسلئے تین طلاقیں دیں کہ انکا گمان یہ تھا کہ لعان سے عورت حرام نہیں ہوتی ہے تو انہوں نے طلاق کے ذریعہ عورت کی تحریم کا ارادہ کیا اور کہا اسے تین طلاقیں ہیں، تو رسول اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا اب تیری زوجیت میں یہ عورت نہیں رہی۔

امام شہاب الدین قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ رقمطراز ہیں:

" فطلقها ثلاثا لانه ﷺ امضاه ولم ينكر عليه والظاهر ان عويمر لم يظن ان اللعان يحر مها عليه فاراد تحريمها بالطلاق الثلاث " (ارشاد الساری، تحت حدیث ۵۲۵۹، ج ۱۲، ملخص ص ۷ اعلمیہ بیروت)

ترجمہ: انھوں نے تین طلاقیں دیں اور رسول اکرم ﷺ نے انکار نہ فرمایا بلکہ تینوں طلاقوں کو نافذ کر دیا کیونکہ حضرت عویمر کے گمان میں یہ تھا کہ لعان سے تحریم ثابت نہیں ہوتی ہے تو انھوں نے تین طلاق کے ذریعے اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کیا۔

علامہ ابن عبدالبر ارشاد فرماتے ہیں:

"لان رسول اللہ ﷺ لم ينكر على العجلانى ان طلق امرأته ثلاثا بكلمة واحدة بعد الملاعنة" (التمہید، ج ۶، ص ۱۹۴)

ترجمہ: عجلانی نے لعان کے بعد اپنی بیوی کو ایک کلمہ سے تین طلاق دی اور حضور ﷺ نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

اس عبارت سے یہ ظاہر ہوا کہ عہد رسالت ﷺ میں ایک کلمہ سے تین طلاق دینے کی صورت میں تینوں طلاق شمار ہوتی تھیں۔ ان تمام تشریحات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں عورت کو حرام کر دیتی ہیں۔

تیسری حدیث (۳)

"اخبرنا ابو مصعب قال حدثنا مالك انه بلغه ان رجلا قال لابن عباس انى طلقت امرأتى مائة فماذا ترى قال ابن عباس طلقت ثلاثا وسبعة وتسعون اتخذت بها آيات الله لعبا وهزوا"

(موطا امام مالک، کتاب الطلاق، حدیث ۱۵۷۱)

ترجمہ: ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے کہا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاق

دی ہیں تو کیا حکم ہے؟ آپ نے جواب دیا تین طلاق پڑیں اور ستانوے
سے اللہ کی آیات کے ساتھ تم نے استہزا کیا۔

چوتھی حدیث(۴)

"عن ابن شهاب قال اخبرني عروة بن الزبير ان عائشة اخبرته ان امرأة رفاعة القرظيّ جاء ت الى رسول الله ﷺ فقالت يارسول الله ﷺ ان رفاعة طلقني فبت طلاقي واني نكحت بعده عبدالرحمٰن بن الزبير القرظي وان مامعه مثل الهدبة قال رسول الله ﷺ لعلك تريدين ان ترجعي الى رفاعة؟ لاحتى يذوق عسيلتك وتذوقي عسيلته"

(بخاری، کتاب الطلاق، باب من اجاز الثلاث، حدیث ۵۲۶۰)

یہی حدیث دوسری جگہ ان الفاظ میں ہے "فجاء ت النبي ﷺ فقالت يارسول الله ﷺ انها كانت عند رفاعة فطلقها آخر ثلاث تطليقات فتزوجها بعده عبدالرحمٰن بن الزبير"

(بخاری، کتاب الادب، باب التبسم والضحک، حدیث ۶۰۸۴)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رفاعہ قرظی کی بیوی حضور ﷺ کی بارگاہ میں تشریف لائیں اور کہا یارسول اللہ ﷺ رفاعہ نے مجھے تین طلاقیں دیں اسکے بعد میں نے عبدالرحمٰن سے شادی کی لیکن وہ تو نامرد ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا شاید کہ تو رفاعہ سے شادی کرنا چاہتی ہے؟ اور یہ حلالہ کے بغیر ممکن نہیں۔

اسی طرح کی ایک اور روایت ان الفاظ سے ہے:

"عن عائشة ان رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلق فسُئل

النبی ﷺ اَتُحِلُّ للاول؟ قال: لاحتی یذوق عُسیلتها کماذاق الاول"

(بخاری، کتاب الطلاق، باب من اجاز طلاق الثلاث، حدیث ۵۲۶۱۔ مسلم، کتاب النکاح، باب لاتحل المطلقہ ثلاثا لمطلقھا حتی تنکح زوجاغیرہ، حدیث ۱۱۵۔ ۱۴۳۳۔ نسائی، کتاب الطلاق، باب احلال المطلقۃ ثلاثا، حدیث ۳۴۱۲۔ مسند احمد، حدیث ۲۶۳۵۱، ج ۵۵، ص ۴۶۰)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو اس عورت نے کسی دوسرے مرد سے شادی کرلی اس نے بھی طلاق دے دی پھر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کیا یہ عورت شوہر اول کیلئے حلال ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں جب تک کہ دوسرا خاوند پہلے خاوند کی طرح اسکی مٹھاس (شہد) نہ چکھ لے۔

صحیحین، سنن نسائی اور مسند احمد کی اس حدیث سے بھی واضح ہو گیا کہ بیک وقت تین طلاقوں سے عورت حرام ہو جاتی ہے اور رجوع جائز نہیں ہوتا کیونکہ سرور کائنات ﷺ نے بیک وقت تین طلاقیں دی جانے کے بعد فرمایا کہ یہ عورت اپنے شوہر کیلئے حلال نہیں ہے، اور اس استدلال میں کوئی کلام نہیں کیونکہ بیک وقت تین طلاقوں کے بعد رجوع کا ناجائز ہونا رسول اکرم ﷺ کے حکم سے ہے۔ حسب عادت میں اپنے اس استدلال کی تائید میں بھی شارحین حدیث کے اقوال پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ چنانچہ علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

" مطابقته للترجمة فی قوله طلق امرأته ثلاثا فانه ظاهر فی کونها مجموعة " (عمدۃ القاری، تحت حدیث ۵۲۶۱، ج ۲۰، ص ۳۳۶)

یعنی امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا ہے جس سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ اس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں مجموعی طور پر ایک مجلس میں دی تھیں۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی حدیث سے مطابقت بیان کرتے ہوئے یہی لکھا ہے۔
(فتح الباری، تحت حدیث ۵۲۶۱)

اور امام قسطلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

" فالمراد منه طلقها ثلاثا فانه ظاهر فی کونها مجموعة ولا یبعد التعدد "
(ارشاد الساری، تحت حدیث ۵۲۶۱، ج ۱۲، ص ۱۹)

یعنی ظاہر یہی ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں مجموعی طور پر (ایک مجلس میں) دی تھیں نہ کہ الگ الگ طہر میں۔

اور امام نووی فرماتے ہیں:

" وفی هٰذ الحدیث انَّ المطلقة ثلاثا لا تحل لمطلقها حتی تنکح زوجا غیره "

(شرح مسلم للنووی، کتاب النکاح، باب لاتحل المطلقة، تحت حدیث ۱۴۳۳، ص ۷)

یعنی اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی جائیں، وہ اپنے شوہر کیلئے بغیر حلالہ کرائے حلال نہیں ہوسکتی۔

ائمہ حدیث کی تشریحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مذکورہ واقعہ میں تین طلاقیں اکٹھی دی گئی تھیں لہذا ایک وقت تین طلاقوں سے عورت کے حرام ہونے پر یہ حدیث بھی بالکل واضح ہے۔ علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

"ان رفاعة طلق امرأته ثلاثا انها کانت مجتمعات"

(التمہید، ج ۱۳، ص ۲۲۷)

ترجمہ: رفاعہ نے اپنی بیوی کو تین طلاق مجموعی طور پر (ایک ساتھ) دی۔

اس عبارت سے یہ واضح ہوا کہ ایک ساتھ دی گئی تین طلاقیں عہد رسالت ﷺ میں بھی تین شمار ہوتی تھیں۔

پانچویں حدیث (۵)

"عن داؤدابن عبادة بن الصامت قال طلق جدی امرأة له الف تطليقة فانطلق ابی الی رسول اللهﷺ فذكر ذالک له فقال النبیﷺ اما اتقی اللہ جدک اما ثلاث فله واما تسع مائة وسبعة وتسعون فعدوان وظلم ان شاء الله تعالى عذبه وان شاء غفرله"

(مصنف، عبدالرزاق، حدیث ۱۱۳۴۰۔ مجمع الزوئد، ج ۴، ص ۳۳۸۔ حلیہ، حدیث ۲۷۸۰۷)

ترجمہ: داؤد بن عبادہ بن صامت نے فرمایا کہ میرے دادا نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دیں، میرے والد نے اس کا تذکرہ حضورﷺ سے کیا تو حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تیرے دادا کو اللہ کا خوف نہیں ہے تین طلاق تو پڑ گئیں اور نو سو ستانوے تو یہ ظلم و زیادتی ہے اگر اللہ چاہے تو اسے عذاب دے یا چاہے تو اسے بخش دے۔

چھٹی حدیث (۶)

"عن ابن وهب قال اخبرنی مخرمة عن ابيه قال سمعت محمود بن لبيد قال اخبر رسول الله عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعا فقام غضبا نا ثم قال اَيُلعَبُ بكتاب الله وانا بين اظهر كم حتى قام رجل وقال يارسول الله الا اقتله؟"

(النسائی، کتاب الطلاق، باب الثلاث مجموعۃ، حدیث ۳۴۰۱)

ترجمہ: محمود بن لبید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ کو یہ خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیں تو آپ غصہ سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا میرے سامنے کتاب اللہ کو کھیل بنایا جارہا ہے حتی

کہ ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اسے قتل نہ کردوں؟۔

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے واقع ہونے کے ثبوت میں یہ حدیث بھی نہایت واضح اور صحیح ہے کیونکہ ایک طلاق تو سنت ہے اور اگر بیک وقت دی گئی تین طلاقیں بھی ایک طلاق کے مترادف ہوجائیں جیسا کہ غیر مقلدوں کا مذہب ہے تو وہ بھی حکماً سنت قرار پائیں گی اور سنت پر رسول اللہ ﷺ کا اسقدر غضب ناک ہونا اور ناراضگی ظاہر کرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ لازماً یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ تین طلاقوں سے ایک طلاق مراد لینے کا معمول عہد رسالت ﷺ میں بھی نہیں تھا بلکہ تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی تھیں اگر چہ بیک وقت تین طلاقیں دینا ناجائز وگناہ ہے لیکن واقع ہوجائیں گی مثلاً غصب کی ہوئی چھری سے جانور (بیل بکرا) ذبح کرنا حرام ہے لیکن اسکے باوجود اگر کوئی اسی چھری سے بکرا ذبح کردے تو وہ حلال ہے اسکے مذبوح ہونے میں کوئی کلام نہیں اسی طرح بیک وقت تین طلاقیں دینا تو ناجائز ہے لیکن اگر کوئی دے ڈالے تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔

اب یہ بھی واضح ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ناراض ہونا اس فعل ناجائز پر تھا جو بیک وقت تین طلاق کی شکل میں سرزد ہوا، حیرت کی بات ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی اس ناراضگی سے تین طلاق کے عدم وقوع پر دلیل پکڑی ہے جسے کوئی احمق ہی تسلیم کرسکتا ہے نہ کہ معمولی علم وفہم رکھنے والا انسان، ان لوگوں سے میری یہ گذارش ہے کہ کیا رسول اکرم ﷺ کے سامنے اگر کوئی چور پیش کیا جاتا تو آپ اس سے خوش ہوتے یا ناراض؟ لامحالہ اس وقت آپ کا یہی جواب ہوگا کہ سید عالم ﷺ اس چور سے سخت ناراض ہوتے اور حد قائم کرتے حالانکہ آپکی فہم کے مطابق تو آپ کا جواب یہ ہونا چاہیئے تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس چور پر ناراضگی کا اظہار کرتے لیکن اسے چور نہیں کہتے اور نہ اس پر حد قائم کرنے کا حکم صادر فرماتے، جب آپ یہاں پر یہ جواب دے سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چور پر ناراض بھی ہوتے اور چوری کی وجہ سے حد قائم کرتے تو بھلا حدیث مذکورہ میں رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کی وجہ

سے یہ کیسے سمجھ لیا کہ تین طلاق بیک وقت دینے والے پر تین طلاقوں کا حکم نہیں ہوگا۔ کیا کسی فعل (ناجائز) پر رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی ثابت ہو جائے تو آپکے نزدیک وہ فعل، فعل ہی نہیں رہے گا؟ آپ اسکو معدوم قرار دینگے؟ اگر آپ کا یہ نظریہ ہے تو پھر آپ چوری کو چوری نہ کہیں، زنا کو زنا کا نام نہ دیں، جھوٹ کو جھوٹ اور غیبت کو غیبت نہ کہیں کیونکہ ان تمام منہیات پر رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی ظاہر ہے۔

ساتویں حدیث(۷)

" عن سویدبن غفلہ قال کانت عائشة الخثعمیه عندالحسن بن علی رضی اللّٰہ عنهما فلملقتل علی رضی اللّٰہ عنه قالت لتهنئک الخلا فة قال بقتل علی تظهرین الشما ته، اذهبی فانت طالق یعنی ثلا ثا قال فتلفعت بثیا بها وقعدت حتی قضت عد تها فبعث الیها بقیةبقیت لها من صداقها وعشرةآلاف صدقة فلما جاء ها الرسول ، قالت متا ع قلیل من حبیب مفارق فلما بلغه قو لها بکی ثم قال لولانی سمعت جدی اوحدثنی ابی انه سمع جدی یقول ایما رجل طلق امرأته ثلاثا عند الا قراء اوثلاثابدعة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره لرا جعتها ."

(السنن الکبری للبیہقی کتاب الخلع والطلاق، باب ماجاء فی امضاء الطلاق الثلاث وان کن مجموعات، حدیث ۱۴۹۷۱۔ دار قطنی، کتاب الطلاق، حدیث ۳۹۲۷/ ۳۹۲۸)

ترجمہ:۔ سوید بن غفلہ سے روایت ہیکہ عائشہ خثعمیہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو اس نے حضرت حسن سے کہا آپ کو خلافت مبارک ہو، حضرت حسن نے کہا

تم نے حضرت علی کی شہادت پر خوشی کا اظہار کیا جاؤ تم کو تین طلاقیں دیں !
اس نے اپنے کپڑے لیے اور بیٹھ گئی حتیٰ کہ اسکی عدت پوری ہوگئی، حضرت حسن نے اسکی طرف اسکا بقیہ مہر اور دس ہزار کا صدقہ بھیجا، جب اس کے پاس قاصد یہ مال لیکر آیا تو اس نے کہا'' مجھے اپنے جدا ہونے والے محبوب سے یہ تھوڑا سا سامان ملا ہے،، جب حضرت حسن تک یہ بات پہونچی تو آپ رونے لگے اور فرمایا اگر میں نے اپنے نانا سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی یا کہا اگر میرے والد نے یہ بیان نہ کیا ہوتا کہ انہوں نے میرے نانا سے سنا ہے، جس شخص نے بھی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں خواہ الگ الگ طہروں میں یا بیک وقت تو وہ عورت اسکے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرلے، تو میں اس سے رجوع کرلیتا۔

نوٹ: یہ حدیث دارقطنی میں بایں الفاظ ہے '' **ایما رجل طلق امرأته ثلاثا عند كل طهر تطليقة اوعند راس كل شهر تطليقة او طلقها ثلاثا جميعا لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره'' (دارقطنی ،حدیث ۳۹۲۸)**

امام بیہقی نے بھی یہ صراحت کی ہے کہ یہ حدیث سوید بن غفلہ سے ایک اور سند سے مروی ہے۔

یہ حدیث انتہائی واضح اور صریح ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور یہ حدیث اپنے اس معنی میں اسقدر واضح ہے کہ اسکا جواب غیر مقلدین تا قیامت نہیں دے سکتے۔

آٹھویں حدیث(۸)

'' عن سالم عن ابن عمر قال من طلق امرأته ثلاثا طلقت وعصى ربه''

(مصنف عبدالرزاق، حدیث ۱۱۳۴۵، ج ٦، ص ۱۷۲، لتراث العربی بیروت)

ترجمہ: حضرت سالم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ واقع ہوجائیں گی اوراس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔

یہ حدیث بھی واضح طور پر غیر مقلدوں کی تردید کر رہی ہے۔

نویں حدیث(۹)

"عن ابن جریج قال قال مجاهدعن ابن عباس قال قال له رجل یااباعباس طلقت امرأتی ثلاثا فقال ابن عباس یا اباعباس یطلق احدکم فیستحمق ثم یقول یا اباعباس عصیت ربک وفارقت امرأتک"

(مصنف عبدالرزاق، حدیث ۱۱۳۵۳۔ ابوداؤد، حدیث ۲۱۹۷)

ترجمہ: حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ ان سے ایک شخص نے کہا اے ابو عباس میں نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا، یااباعباس، پھر فرمایا تم میں سے کوئی شخص حماقت سے طلاق دے دیتا ہے پھر کہتا ہے اے ابوعباس! تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہوگئی۔

یہ ہے نام نہاد اہلحدیث کے خلاف حضرت عبداللہ ابن عباس کا فتویٰ۔

دسویں حدیث(۱۰)

"عن سعیدبن جبیر قال جاء ابن عباس رجل فقال طلقت امرأتی الفا فقال ابن عباس ثلاث تحرمها علیک وبقیتها

علیک وزرا اتخذت آیات اللّٰہ ھزوا۔"

(مصنف عبدالرزاق، حدیث ۱۱۳۵۴)

سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباس کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں تو حضرت ابن عباس نے فرمایا تین طلاق سے تیری بیوی تم پر حرام ہوگئی اور بقیہ لغو بیکار ہے کیا اللہ کی آیتوں سے کھیلتے ہو؟۔

یہ حدیث بھی جمہور کی تائید میں واضح ہے۔

گیارھویں حدیث (۱۱)

"عن حبیب بن ابی ثابت عن بعض اصحابه قال جاء رجل الیٰ علی فقال طلقت امرأتی الفا فقال ثلاث تحرمها علیک واقسم سائرھا بین نسائک"

(السنن الکبری للبیہقی، حدیث ۱۴۹۶۱، ج ۷ ص ۵۴۸، العلمیہ بیروت۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۴، ص ۱۱)

حضرت حبیب بن ثابت سے روایت ہے کہ ایک شخص سیدنا علی کی بارگاہ میں حاضر ہوکر کہنے لگا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں تو حضرت علی کرم اللہ وجھہ الکریم نے فرمایا تین طلاقوں نے اسے تجھ پر حرام کردیا اور باقی طلاقیں اپنی بیوی اور اپنے درمیان بانٹ لے۔

یعنی وہ لغو ہے صرف تین طلاقوں ہی سے تمہاری بیوی تم پر حرام ہوگئی، ظاہر ہے کہ اس نے ہزار طلاقیں ہزار مہینوں میں تو نہ دی ہوں گی ورنہ ۸۳ رسال ۴ ر مہینے اسی میں صرف ہو جاتے بلکہ ایک دم ہی دی تھیں اور چونکہ شوہر صرف تین طلاقوں کا مالک ہوتا ہے نہ کہ ہزار کا لہذا تین پڑیں اور بقیہ لغو قرار پائیں اور حضرت علی نے تینوں جائز رکھتے ہوئے حرمت کا حکم صادر فرمایا جس سے جمہور کے مسلک کی تائید ہوتی ہے (فللّٰہ الحمد)

ہوسکتا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ ایک ہزار ایک کے منزل میں ہے جیسے تین ایک کے منزل میں ہے تو ایسے شخص کو ذیل کی حدیث منہ توڑ جواب دے رہی ہے۔

بارھویں حدیث(۱۲)

''عن ابن جریج قال اخبرنی عکر مة بن خالدأن سعید بن جبیرا خبره أن رجلا جاء الیٰ ابن عباس فقال طلقت امرأتی الفافقال تاخذثلاثا وتدع تسع مائة وسبعة وتسعین''

(مصنف عبدالرزاق،حدیث ۱۱۳۵۱ .السنن الکبری ،حدیث ۱۴۹۷۶)

یعنی ایک شخص حضرت ابن عباس کی بارگاہ میں آکر کہنے لگا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں تو ابن عباس نے فرمایا ایک ہزار میں سے تین طلاقیں لی جائیں گی اور نوسوستانوے ترک کردی جائیں گی۔

تیرھویں حدیث(۱۳)

''ورواه عمربن مره عن سعیدبن جبیر عن ابن عباس انه قال رجل طلق امرأته ثلاثا حرمت علیک'' (السنن الکبری،حدیث ۱۴۹۷۶)

ترجمہ: سعیدابن جبیر کی روایت ہے کہ ابن عباس نے ایک ایسے شخص کے بارے میں فرمایا جس نے تین طلاقیں دی تھیں'' تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی''۔

یہ حدیثیں جمہور کی تائید کرتی ہوئی نام نہاد اہلحدیث کو دعوت قرأت دے رہی ہیں۔

چودھویں حدیث(۱۴)

'' عن مجاھد قال قال رجل لابن عباس طلقت امرأتی مائة قال تاخذ ثلاثا وتدع سبعا وتسعین''

(السنن الکبری، حدیث ۱۴۹۷۷)

ترجمہ: حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے کہا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں تو ابن عباس نے فرمایا: تین شمار میں آئیں گی اور ستانوے چھوڑ دی جائیں گی۔

نوٹ: یہ حدیث بھی جمہور کی تائید کر رہی ہے۔

پندرھویں حدیث (۱۵)

" عن مجاهد قال سئل ابن عباس عن رجل طلق امرأته مائة ، قال عصيت ربک وبانت منک امرأتک "

(السنن الکبری، حدیث ۱۴۹۷۸)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال ہوا جس نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں آپ نے جواب دیا تو نے رب عزوجل کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تیرے نکاح سے نکل گئی۔

نوٹ: یہ حدیث بھی جمہور کی تائید کر رہی ہے۔

سولھویں حدیث (۱۶)

" عن عطاء ان رجلا قال لابن عباس طلقت امرأتی مائة ، قال تأخذ ثلاثا وتدع سبعاو تسعين" (السنن الکبری، حدیث ۱۴۹۷۹)

ترجمہ: حضرت عطاء سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے فرمایا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں، آپ نے فرمایا تین لے لو اور ستانوے چھوڑ دو۔

سترھویں حدیث(۱۷)

"عن عمروبن دینا ران ابن عباس سئل عن رجل طلق امرأته عددالنجوم فقال انمایکفیک رأس الجوزاء"

(السنن الکبری، حدیث ۱۴۹۸۰۔مصنف عبدالرزاق، حدیث ۱۱۳۴۸)

ترجمہ: عمروابن دینار سے روایت ہیکہ کسی شخص نے ابن عباس سے سوال کیا جوکوئی اپنی بیوی کوستاروں کے برابر طلاق دے اسکا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ برج جوزاء کا سراس کیلئے کافی ہے۔

واضح ہوکہ برج جوزاء کے سر پر تین ستارے ہیں۔اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تین طلاقیں پڑیں۔اگرایک مجلس کی تین طلاقیں ایک قرار پاتیں تو حضرت ابن عباس ''راس جوزاء'' کے بجائے کوئی اور جملہ ارشادفرماتے جس سے ایک (طلاق) کامفہوم مرادلیا جاتا۔گویایہ حدیث بھی جمہور کی تائید کررہی ہے۔

اٹھارھویں حدیث(۱۸)

"عن محمد بن ایاس بن البکیرانه قال طلق رجل امرأته ثلاثا قبل ان یدخل بهاثم بداله ان ینکح ها فجاء یستفتی فذهبت معه اسأل له فسالت اباهریرة وعبدالله بن عباس عن ذالک فقالا له نری ان تنکح ها حتی تتزوج زوجا غیرک قال فانماکان طلاقی ایاها واحدة قال ابن عباس انک ارسلت من یدک ماکان لک من فضل"

(السنن الکبری، حدیث ۱۴۹۸۲)

ترجمہ: محمد بن ایاس بن بکیر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو خلوت سے پہلے ایک دم تین طلاقیں دے دیں پھراس سے دوبارہ نکاح کا

Scanned with CamScanner

ارادہ کیا تو وہ ابو ہریرہ اور ابن عباس کی خدمت میں حاضر ہوا(اور اس بارے میں ان سے پوچھا) توان دونوں نے فرمایا کہ ہم اس نکاح کے جواز کی کوئی صورت نہیں دیکھتے جب تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے اس نے کہا میں نے ایک ہی لفظ سے تین طلاقیں دی تھیں اس پر ابن عباس نے فرمایا کہ جو کچھ تیرے قبضہ میں بچا کھچا تھا تو نے اکٹھا ہی دے دیا۔

انیسویں حدیث(۱۹)

" عن عبیداللّٰہ بن عمر عن نافع ان رجلا سأل ابن عمر فقال طلقت امرأتی ثلاثا وھی حائض فقال عصیت ربک وفارقت امرأتک "

(السنن الکبری، حدیث ۱۴۹۶۹)

ترجمہ: حضرت نافع سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے سوال کیا کہ میں نے اپنی عورت کو تین طلاقیں حالت حیض میں دی ہیں تو آپ نے فرمایا تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری عورت تیرے نکاح سے نکل گئی۔

بیسویں حدیث(۲۰)

"عن الاعمش قال کان بالکوفة شیخ یقول سمعت علی بن ابی طالب یقول اذاطلق الرجل امرأته ثلاثافی مجلس واحدفقدبانت منه ولاتحل له حتی تنکح زوجاغیره"

(السنن الکبری،حدیث ۱۴۹۸۸)

ترجمہ: حضرت اعمش سے روایت ہے کہ کوفہ کے ایک بزرگ کہتے تھے

میں نے حضرت علی کو فرماتے سنا اگر شوہر اپنی عورت کو ایک مجلس میں تین طلاق دے دے تو اسکی بیوی اسکے نکاح سے نکل جائے گی پھر حلالہ کے بغیر وہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا ہے۔

اسی میں ہے:

"عن جعفر بن محمد عن ابیه عن علی قال لاتحل له حتی تنکح زوجا غیره" (السنن الکبری، حدیث ۱۴۹۶۰)

ترجمہ: حضرت جعفر صادق اپنے والد سے اور وہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں حضرت علی فرماتے ہیں جو شخص اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاق دے دے تو اسکی بیوی اسکے لئے بغیر حلالہ کرائے حلال نہ ہوگی۔

اکیسویں حدیث (۲۱)

"عن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عن علی رضی اللّٰہ عنه فیمن طلق امرأته ثلاثا قبل ان یدخل بها قال لاتحل له حتی تنکح زوجا غیره" (السنن الکبری، حدیث ۱۴۹۵۹)

ترجمہ: عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ حضرت علی نے اس شخص سے کہا جس نے دخول سے قبل اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، "تیری عورت تیرے لیے بغیر حلالہ کرائے حلال نہیں ہوسکتی"۔

بائیسویں حدیث (۲۲)

"عن نافع عن ابن عمران رجلااتی عمر فقال انی طلقت امرأتی یعنی البتة وهی حائض قال عصیت ربک وفارقت امرأتک فقال الرجل فان رسول اللّٰہ ﷺ امر ابن عمر حین فارق امرأته ان یراجعها فقال له عمران رسول اللّٰہ ﷺ امره

ان یراجع امرأته لطلاق بقی له وانه لم یبق لک ماترتجع به امرأتک" (السنن الکبری، حدیث ۱۴۹۵۶)

ترجمہ: حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمر فاروق کی بارگاہ میں آیا اور کہا میں نے اپنی عورت کو طلاق بتہ دی ہے حالانکہ وہ حیض سے ہے تو آپ نے فرمایا تو نے رب کی نافرمانی کی ہے اور تیری بیوی نکاح سے نکل گئی تو اس شخص نے کہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر کو رجعت کا حکم دیا تھا جبکہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے چکے تھے تو حضرت عمر نے جواب دیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طلاق کی وجہ سے رجعت کا حکم دیا تھا جو وہ بچا کر رکھتے تھے اور تیرے پاس تو کوئی طلاق باقی ہی نہیں ہے جسکی وجہ سے رجعت کا حکم دیا جائے۔

اس حدیث سے یہ سمجھ میں آیا کہ "بتہ" سے انہوں نے تین طلاق کا ارادہ کیا۔

تیسویں حدیث (۲۳)

" عن عامر الشعبی قال: قلت لفاطمة بنت قیس حدِّثیها عن طلاقک قالت: طلقنی زوجی ثلاثا وھو خارج الی الیمن فاجاز ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "

(ابن ماجہ کتاب الطلاق باب من طلق ثلاثا فی مجلس واحد حدیث ۲۰۲۴۔ ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی نفقۃ المبتوتہ حدیث ۲۲۸۴۔ نسائی کتاب النکاح باب خطبۃ الرجل اذا ترک الخاطب حدیث ۳۲۴۲۔ مسلم کتاب الطلاق باب المطلقۃ البائن لانفقتھا حدیث ۳۶/۱۴۸۰)

ترجمہ: عامر شعبی سے روایت ہے کہ میں نے فاطمہ بنت قیس سے کہا اپنی طلاق کے بارے میں مجھے بتاؤ؟ تو انہوں نے خبر دی، مجھے میرے شوہر نے وطن جاتے وقت تین طلاقیں بیک وقت دے دیں تو ان تینوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز رکھا۔

آخر کا جز " فاجاز ذالک رسول اللہ ﷺ "، اگر چہ ابن ماجہ کے علاوہ مذکورہ کتابوں میں نہیں ہے لیکن عبارت حدیث پڑھنے سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تینوں طلاقوں کو ثابت رکھا اور حرمت کا حکم جاری فرمادیا، یہ حدیث ابوداؤد اور مسلم میں کئی سندوں کے ساتھ مذکور ہے اور امام ابن ماجہ نے تو باب کو اسی نام سے موسوم کرکے جمہور کی تائید کردی ہے۔

چوبیسویں حدیث(۲۴)

" عن محمد بن ایاس انَّ ابن عباس واباهريرة وعبدالله بن عمرو بن العاص سُئِلوعن البكر يطلِّقُهازوجُها ثلاثا فكلهم قال لاتحلُ له حتى تنكحَ زوجاغيره "

(ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب نسخ المراجعہ بعد التطلیقات الثلاث، حدیث ۲۱۹۸)

ترجمہ: کسی نے ابن عباس، ابوہریرہ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے پوچھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاق دے اسکا کیا حکم ہے؟ توان تینوں حضرات نے جواب دیا بغیر حلالہ اپنے شوہر کیلئے حلال نہ ہوگی۔

پچیسویں حدیث(۲۵)

"عن واقع بن سبحان قال سئل عمران بن حصين عن رجل طلق امرأته ثلاثافى مجلس قال اثم بربه وحرمت عليه امرأته"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج۴، ص۱۵)

ترجمہ: واقع بن سبحان بیان کرتے ہیں کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دے دیں؟ تو آپ نے جواب دیا اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اسکی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔

چھبیسویں حدیث(۲۶)

"عن انس قال كان عمر اذااتى برجل قدطلق امرأته ثلاثا فى

مجلس اوجعه ضربا وفرق بينهما"

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۴، ص ۱۱۔ مصنف عبدالرزاق، حدیث ۱۱۳۴۶)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس ایک مجلس میں تین طلاق دینے والا کوئی شخص جب پیش کیا جاتا تو آپ اسکو مارتے اور ان کے درمیان تفریق کر دیتے تھے۔

ستائیسویں حدیث (۲۷)

"عن الزهری فی رجل طلق امرأته ثلاثا جميعا قال ان من فعل فقد عصى ربه وبانت منه امراته" (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۴، ص ۱۱)

ترجمہ: امام زہری کہتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیں تو اسنے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اسکی بیوی اسکے نکاح سے نکل گئی۔

اٹھائیسویں حدیث (۲۸):

"عن الشعبی فی رجل اراد ان تبين امرأته قال يطلقها ثلاثا"

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۴، ص ۱۱)

ترجمہ: حضرت شعبی سے پوچھا گیا، اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے جدا ہونا چاہے تو کیا کرے؟ آپ نے جواب دیا اسکو تین طلاق دے دے۔

انتیسویں حدیث (۲۹):

"عن علقمه عن عبدالله انه سئل عن رجل طلق امرأته مائة تطليقة قال حرمتهاثلاث وسبعة وتسعون عدوان"

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۴، ص ۱۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاق دے دیں؟ آپ نے جواب دیا اسکی بیوی تین ہی طلاق سے

حرام ہوگئی اور ستانوے حد سے باہر ہیں۔

تیسویں حدیث(۳۰)

"اخبرنا ابو مصعب حدثنا مالک انه بلغه ان رجلا اتی عبداللّٰہ بن مسعود فقال انی طلقت امرأتی ثمانی تطلیقات فقال ابن مسعود ماذا قیل لک؟ قال قیل لی انها قدبانت منک فقال ابن مسعود اجل" (مؤطا امام مالک، کتاب الطلاق، حدیث ۱۵۷۰)

ترجمہ: ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاق دی ہیں آپ نے فرمایا پھر تم سے کیا کہا گیا؟ اس نے جواب دیا کہ مجھ سے یہ کہا گیا کہ طلاق پڑ گئی آپ نے فرمایا اس نے ٹھیک ہی کہا یعنی تیری بیوی تیرے نکاح سے نکل گئی۔

اکتیسویں حدیث(۳۱)

" عن معاویه قال جاء رجل الی عثمان فقال انی طلقت امرأتی مائة فقال ثلاث تحر مها علیک و سبعة وتسعون عدوان " (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۴، ص ۱۲)

ترجمہ: حضرت عثمان کے پاس ایک شخص آکر کہنے لگا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاق دی ہیں آپ نے جواب دیا تین طلاق سے تمہاری بیوی تم پر حرام ہوگئی اور باقی ستانوے حد سے تجاوز ہوئیں۔

بتیسویں حدیث(۳۲)

" عن المغیرة بن شعبه انه سئل عن رجل طلق امرأته مائة فقال ثلاث تحرمنها علیه وسبعةو تسعون فضل"

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۴، ص ۱۳)

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاق دی ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا تین طلاق نے اسکی بیوی کو اس پر حرام کر دیا اور ستانوے زائد ہیں۔

تینتیسویں حدیث(۳۳)

"عن الشعبی عن شریح قال رجل انی طلقتها مائة قال بانت منک بثلاث وسائرهن اسراف ومعصية"

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج۴، ص۱۳)

ترجمہ: حضرت شریح سے کسی نے پوچھا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا تین طلاق سے تمہاری بیوی جدا ہوگئی اور باقی اسراف ومعصیت ہیں۔

چونتیسویں حدیث(۳۴)

"جاء رجل الی الحسن فقال انی طلقت امرأتی الفا قال بانت منک العجوز" (مصنف ابن ابی شیبہ، ج۵، ص۱۳)

ترجمہ: حضرت حسن بصری سے ایک شخص نے کہا میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہوگئی۔

پینتیسویں حدیث(۳۵)

"عن جابر قال سمعت سلمة عن رجل طلق امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها فقالت لاتحل له حتی یطأزوجها"

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج۵، ص۱۹)

ترجمہ: حضرت جابر سے روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے قربت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی؟ آپ جواب دیتی ہیں اسکی بیوی اسکے لئے اسی وقت حلال ہوگی جبکہ دوسرا شوہر

اس سے قربت کرے۔

چھتیسویں حدیث(۳۶)

"عن نافع قال قال ابن عمر من طلق امرأته ثلاثا فقد عصى ربه وبانت منه امرأته" (مصنف ابن ابی شیبہ، ج۴،ص۱۱)

ترجمہ: حضرت ابن عمر نے ارشاد فرمایا اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے تو اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اسکی بیوی اسکے نکاح سے نکل گئی۔

سینتیسویں حدیث(۳۷)

"عن سماک قال سمعت عکرمه یقول "الطلاق مرتان" (الآیه) قال اذا طلق الرجل امرأته واحدة فان شاء نکحها فاذا طلقها ثنتین فان شاء نکحها فاذا طلقها ثلاثا فلا تحل له حتى تنکح زوجا غیره،، (مصنف ابن ابی شیبہ، ج۴،ص۱۷۶)

ترجمہ: حضرت عکرمہ آیۃ "الطلاق مرتان،، کے تحت ارشاد فرماتے ہیں جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک طلاق دے تو اسکے ساتھ وطی کر سکتا ہے، دو طلاق دے تو بھی وطی کر سکتا ہے لیکن جب تین طلاق دے تو اب بغیر حلالہ اپنے شوہر کیلئے حلال نہیں ہو سکتی۔

اڑتیسویں حدیث(۳۸)

" عن مصعب بن سعد وابی ملک وعبدالله بن شداد قالوا: اذا طلق الرجل امرأته ثلاثا وهی حامل لم تحل له حتى تنکح زوجا غیره" (مصنف ابن ابی شیبہ، ج۴،ص۳۴)

ترجمہ: حضرت مصعب، ابوملک اور عبداللہ بن شداد نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص اپنی حاملہ بیوی کو تین طلاق دے دے تو اب بغیر حلالہ اسکے لئے

حلال نہیں ہوگی۔

انتالیسویں حدیث(۳۹)

''عن ابن عمران النبی ﷺ سئل عن رجل طلق امرأته ثلاثا ثم تزوجها رجل فاغلق الباب وارخی الستر ونزع الخمارثم طلقهاقبل ان یدخل بهاتحل لزوجهاالاول؟فقال لاحتی یذوق عسیلتها''

(مسنداحمد،حدیث رقم ۶۲۰۴، ج۱۳، ص ۲۳۲ .سنن نسأی،حدیث ۳۴۱۵)

ترجمہ: حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں پھر اسکی بیوی نے ایک ایسے شخص سے نکاح کیا جس نے قبل دخول اس کو طلاق دیدی تو شوہراول سے وہ عورت نکاح کرسکتی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا ''بغیر حلالہ وہ عورت شوہراول کیلیے حلال نہیں ہوسکتی''۔

چالیسویں حدیث(۴۰)

(۱)''عن سفیان فی رجل قال لامرأته انت طالق ثلاثا الاثلاثاقال قدطلقت منه ثلاثا''

(مصنف عبدالرزاق،حدیث ۱۱۳۵۷)

ترجمہ: حضرت سفیان سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی سے کہا تجھے صرف تین طلاق ہے تو آپ نے فرمایا اس عورت پر تین طلاق واقع ہوگئی۔

(۲)'' عن عبداللّٰه بن علی بن یزید بن رکانة عن ابیه عن جده انه طلق امراته البتة فاتی رسول اللّٰه ﷺ فقال ماردت بها

قال واحدة، قال آللّٰه؟قال آللّٰه قال هوعلی ماار دت "

(ابوداؤد، کتاب الطلاق باب فی البته حدیث ۲۲۰۸. ابن ماجه بلفظ " ماار دتُ بهاالا واحدة قال فردُّ ها علیه" کتاب الطلاق باب طلاق البته حدیث ۲۰۵۱. ترمذی کتاب الطلاق واللعان باب ماجاء فی الرجل طلق امرأته البته حدیث ۱۱۸۰. المستدرک للحاکم کتاب الطلاق باب الطلاق بمانوی به الطلاق حدیث ۲۸۴۱)

ترجمہ: عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ سے روایت ہیکہ میرے دادا رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی پھر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا "بتہ" سے تیری کیا مراد ہے؟ میں نے کہا بتہ سے میں نے ایک طلاق کی نیت کی تھی، حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم تم نے ایک ہی کی نیت کی تھی؟ عرض کیا قسم ہے رب کی، میں نے ایک ہی کی نیت کی تھی، تو حضور ﷺ نے فرمایا تم نے جو ارادہ کیا وہی ہوا یعنی ایک طلاق پڑی۔

اگر ایک مجلس کی تین طلاقوں سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی (جیسا کہ نام نہاد اہل حدیث کا دعوی ہے) تو حضور سید عالم ﷺ حضرت رکانہ سے انکی نیت کیوں دریافت کرتے؟ اور پھر اس نیت پر قسم کیوں لیتے؟ اس سے یہ واضح ہوا کہ حضرت رکانہ نے کہا تھا "**انت طالق طلاق طلاق**" وہ ایک طلاق دینا چاہ رہے تھے اسلئے انت طالق کہا پھر بقیہ دو سے اس ایک کی تاکید کی اسلئے حضور ﷺ نے بعد قسم ایک قرار دیا۔

یہ روایت نہایت صحیح اور قابل اعتماد ہے جیسا کہ امام ابن ماجہ نے صراحت کی ہے "**سمعت اباالحسن علی بن محمد الطنافسی یقول ما اشرف هذا الحدیث**" یہ حدیث کیا ہی شریف الاسناد ہے۔

(تحت حدیث ۲۸۵۱، ج۱، ص۲۴۴، دارالفکر بیروت)

اور امام ابوداؤد نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا" **هذا اصح من حديث ابن جريج ان ركانه طلق امراته ثلاثا لانهم بيته وهم اعلم به**"

(تحت حدیث ۲۲۰۸، ج ۲، ۲۳۸، دار الفکر بیروت)

یعنی یہ روایت ابن جریج کی روایت کے مقابلہ میں زیادہ صحیح ہے اس بارے میں کہ رکانہ نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیں، کیونکہ وہ انکے گھر کے افراد میں سے ہیں اسلئے اس مسئلہ کو ابن جریج سے زیادہ جانتے ہیں۔

یہاں تک پہنچنے کے بعد یہ مسئلہ خوب اچھی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں لیکن نام نہاد اہل حدیث کو کیا کہا جائے انہیں اسقدر احادیث نظر نہ آئیں؟ کیا صحاح ستہ انکے پیش نظر نہ تھیں؟ یقیناً یہ ساری حدیثیں انکے مطالعہ میں آئیں ہونگی، نگاہوں سے گذری ہونگی لیکن اسکے باوجود اس مسئلہ سے چشم پوشی کرنا یہ حدیث دشمنی کی واضح مثال ہے، آثار صحابہ سے عداوت کی علامت ہے اسلئے اب یہ اندازہ ہوگیا کہ عمل بالحدیث کی آڑ میں خارجیت پروان چڑھ رہی ہے نہ کہ سنیت۔

مذکورہ روایات کی روشنی میں ان مشہور صحابہ کرام اور تابعین کے اسماء پھر ذکر کئے جاتے ہیں جو ایک مجلس کی تین طلاق کو تین قرار دیتے ہیں وہ صحابہ کرام اور تابعین یہ ہیں حضرت عمر بن الخطاب (۲) حضرت عثمان غنی (۳) حضرت ؑ ، (۴) حضرت امام حسن (۵) حضرت عبداللہ بن مسعود (۶) حضرت عبداللہ بن عباس (.) حضرت عبداللہ بن عمر (۷) حضرت عمران بن حصین (۸) حضرت مغیرہ بن شعبہ (۹ حضرت ابوہریرہ (۱۰) حضرت ام سلمہ (۱۱) حضرت عائشہ (۱۱) (۱۲) حضرت عمرو بن العاص (۱۳) حضرت عکرمہ (۱۴) حضرت سہل بن سعد (۱۵) حضرت ابن شہاب زہری (۱۲) حضرت شعبی (۱۳) حضرت شریح (۱۴) حضرت حسن بصری (۱۵) حضرت ابراہیم نخعی (۱۶) حضرت انس (۱۷) حضرت نافع (۱۸) حضرت عبادہ بن صامت، رضی اللہ عنہم

صحیح مسلم میں درج حدیث طاؤس اور
مسند احمد میں درج حدیث رکانہ ،میزان عدالت میں

انصاف کا تقاضہ یہ ہیکہ غیر مقلدوں کی مستدل احادیث سے چشم پوشی نہ کی جائے اسلئے میں دامن تحقیق سے وابستہ رہ کر ان کی پیش کردہ احادیث کو میزان عدالت میں رکھتا ہوں:

(۱)''عن ابن طاؤس عن ابیه عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عهد رسول الله ﷺ وابی بکر وسنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلو فی امر قد کانت لهم فیه اناة فلو امصیناه علیهم، فامضاه علیهم،، (مسلم کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، حدیث ۱۴۷۲)

ترجمہ: حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اور حضرت صدیق اکبر کے زمانہ خلافت میں اور فاروق اعظم کی خلافت کے ابتدائی دوسالوں میں تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جاتا تھا، حضرت عمر نے فرمایا لوگوں نے اس کام میں عجلت کرنی شروع کردی ہے جس میں انہیں مہلت دی گئی تھی اگر ہم ان پر یہ تین طلاقیں نافذ کردیں تو بہتر ہوگا پھر آپ نے یہ تین طلاقیں نافذ کردیں۔

(۲) ''حدثنا عبدالله حدثنی ابی حدثنا سعد بن ابراهیم حدثنا ابی عن محمد بن اسحاق حدثنی داؤد بن الحسین عن عکرمه مولی ابن عباس عن ابن عباس قال طلق رکانة بن عبدیزید اخو بنی مطلب امرأته ثلاثافی مجلس واحد فاحزن علیها حزنا شدیدا قال فساله رسول الله ﷺ کیف طلقتها؟ قال طلقتها ثلاثا قال فقال فی مجلس واحد قال نعم قال فانما تلک واحدة فارجعها ان شئت قال فراجعها فکان ابن عباس

یری انما الطلاق عند کل طهر"

(مسند احمد، حدیث نمبر ۲۳۸۹، جلد ۵، ص ۴۴۵ مسند ابن عبداللہ ابن عباس)

یعنی حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ بن عبدعزیز نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں پھر سخت غمگین ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے سوال کیا تم نے کس طرح طلاق دی تھی؟ انہوں نے کہا میں نے اسے تین طلاقیں دی تھیں آپ نے فرمایا ایک مجلس میں؟ انہوں نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا یہ ایک طلاق ہوئی ہے اگر تم چاہو تو اس سے رجوع کر سکتے ہو۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کے پھر حضرت رکانہ نے رجوع کرلیا۔

یہی دو حدیثیں غیر مقلدوں کے لئے بنیادی دلیل بنی ہوئی ہیں۔ غیر مقلدین صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث سے یوں استلال کرتے ہیں کہ عہد نبوی ﷺ، عہد صدیقی اور عہد فاروقی کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاق ایک شمار ہوتی تھی حضرت عمر نے لوگوں کی عجلت دیکھ کر سزا کے طور پر تین طلاق کو تین قرار دے کر نافذ کر دیا سرکاری مصلحت کے تحت انکا ایک وقتی فیصلہ تھا۔ اور مسند احمد کی حدیث سے یوں استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جو یہ استفسار فرمایا "کیا تم نے تین طلاقیں ایک مجلس میں دی ہیں؟ اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جب ایک مجلس میں تین طلاقیں دی جائیں گی تو وہ ایک طلاق قرار دی جائے گی جیسا کہ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو خود مسند احمد کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی، ج ۳۳، ص ۱۴)

آج کل غیر مقلدوں کے جاہل مفتی بھی انہیں دونوں حدیثوں سے شیطانی اجتہاد کا جوہر دکھاتے ہیں جیسا کہ سبب تصنیف میں جامعہ رحمانیہ کاندیولی ممبئی اور جمیعت اہل حدیث بھیونڈی کے دونوں مولویوں کے فتوے کا تذکرہ کیا گیا۔ اب حسب وعدہ دونوں حدیثوں کی وضاحت قارئین کی عدالت میں پیش کی جاتی ہے۔

صحیح مسلم میں درج طاؤس کی روایت کامحدثانہ جائزہ

۱) صحیح مسلم کی ذکر کردہ حدیث میں تاویل ہے لہذا یہ حدیث تشریح طلب ہے امام نووی فرماتے ہیں

"واما حديث ابن عباس فاختلف العلماء فى جوابه وتاويله فألاصح ان معناه انه كان فى اول الا مراذا قال لها: انت طالق انت طالق انت طالق ولم ينوالتاكيدا ولا استئنا فا يحكم بوقوع طلقه لقلة ارادتهم الا ستئنا ف بذلك فحمل على الغالب الذى هوارادة التاكيد فلما كان فى زمن عمر رضى الله عنه وكثر استعمال الناس هذه الصيغة وغلب منهم ارادته الاستئناف بها حملت عندالطلاق الثلاث عملا با لغالب الى الفهم منهافى ذالك العصروقيل المراد ان المعتاد فى زمن الاول كان طلقة واحدة وصارالناس فى زمن عمر يوقعون الثلاث دفعة فنفذه عمر فعلى هذا يكون اخبار اعن اختلاف عادة الناس لاعن تغير حكم فى مسألة واحدة"

(شرح صحیح مسلم، کتاب الطلاق باب طلاق الثلاث، تحت حدیث ۱۴۷۲)

یعنی حدیث ابن عباس کی تاویل کرنے اوراس کے جواب دینے میں علماء کااختلاف ہے پس اس کا صحیح جواب اوردرست تاویل یہ ہے کہ عہد رسالت ﷺ، عہد صدیقی اور خلافت فاروقی کے ابتدائی زمانہ میں جب کوئی شخص یہ کہتا کہ تجھے طلاق ہے طلاق، طلاق اور ایک مجلس میں دی گئی اس طلاق سے تاکید وتجدید کی کوئی نیت نہیں کرتا تو اس صورت میں ایک طلاق کا حکم دیا جاتا تھا۔ کیونکہ اس زمانہ کے لوگ اس جملے سے تجدید (الگ الگ) طلاق کا

ارادہ نہیں کرتے تھے اس لئے یہ جملہ ارادہٗ تاکید پر محمول ہوتا تھا لیکن جب
فاروق اعظم کا زمانہ آیا اور لوگ یہ صیغہ بکثرت استعمال کرنے لگے اور عام
طور پر اس زمانہ کے لوگ اس جملہ سے تجدید طلاق کی نیت کرتے تھے تو اس
دور کے لوگوں کا خیال کرتے ہوئے تین طلاق کے واقع ہونے کا فیصلہ کر دیا
گیا ۔اور اس حدیث کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا کہ دور اول میں ایک
طہر میں ایک طلاق دینے کا معمول تھا اور فاروق اعظم کے دور کے لوگ
تینوں طلاق ایک ہی دفعہ دینے لگے تو حضرت عمر نے اسی کو نافذ کیا پس
لوگوں کی عادت مختلف ہونے کی وجہ سے یہ حکم دیا گیا نہ کہ ایک ہی مسئلہ
میں حکم بدل گیا۔

خلاصہ یہ کہ عہد نبوی ﷺ وصدیقی میں لوگوں کی حالت یہ تھی کہ انت طالق ،
طالق ،طالق ، کہہ کر ایک طلاق کی نیت کرتے تھے اور پہلا لفظ طلاق استعمال کر کے بعد
کے دونوں الفاظ طلاق سے اس کی تاکید کرتے تھے تین طلاق کی نیت نہیں ہوتی تھی اس لئے
اس دور میں یہ ایک طلاق شمار ہوتی تھی لیکن عہد فاروقی کے لوگوں کا مزاج بدل گیا یہ لوگ اس
طرح کے جملوں سے تجدید (الگ الگ) کی نیت کرتے تھے اس لئے اس دور میں اس جملے
سے تین طلاق کا حکم نافذ ہوا۔

(۲) طاؤس کی مذکورہ روایت غیر صحیح اور مردود ہے بلکہ منسوخ ہے جیسا کہ حسب ذیل
وضاحت سے مستفاد ہوتا ہے:

۱) اس حدیث کے راوی طاؤس ہیں اور ان کے علاوہ ابن عباس کے تمام تلامذہ طاؤس کے
خلاف روایت کرتے ہیں جس سے طاؤس کے وہم کا اندازہ ہو رہا ہے۔

۲) صحیح مسلم کی یہ روایت نص قرآنی کے خلاف ہے جیسا کہ قرآن مجید سے یہ ثابت کیا گیا کہ
ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں اور صحیحین کی متفق علیہ حدیث جس کو صحاح
ستہ کے دیگر مؤلفین نے بھی روایت کیا ہے کہ حضرت عویمر نے ایک مجلس میں اپنی بیوی کو

بیک وقت تین طلاقیں دیں تو سید عالم ﷺ نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا نیز دیگر احادیث صیحہ وآثار صحابہ اور اقوال تابعین سے یہ ثابت ہو گیا کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں لہذا صحیح مسلم کی یہ روایت قرآن مقدس، احادیث صیحہ اور آثار صحابہ کی وضاحت کے خلاف ہے اسلئے یہ روایت شاذ اور معلل ہونے کی بنیاد پر استدلال سے خارج ہے۔

پس اس حدیث کے مردود ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہیکہ حضرت ابن عباس خود یہ فتویٰ دیتے تھے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں جیسا کہ ماقبل میں آپ نے ملاحظہ فرمایا لہذا ابن عباس سے یہ متصور ہی نہیں کہ آپ رسول اکرم ﷺ سے ایک چیز روایت کریں اور فتویٰ اسکے خلاف دیں یقیناً راوی (طاؤس) کو وہم ہوا ہے۔

جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رقمطراز ہیں:

"الجواب الثانی دعوی شذوذ روایة طاؤس وهی طریقة البیهقی فانه ساق الروایات عن ابن عباس بلزوم الثلاث ثم نقل عن ابن المنذر انه لا یظن بابن عباس انه یحفظ عن النبی ﷺ شیأ ویفتی بخلافه والاخذ بقول الاکثر اولیٰ من الاخذ بقول الواحد اذا خالفهم وقال ابن العربی هذا حدیث مختلف فی صحته فکیف یقدم علی الاجماع قال ویعارضه حدیث محمود بن لبید یعنی الذی تقدم ان النسائی اخرجه فان فیه التصریح بان الرجل طلق ثلاثا مجموعة ولم یرده النبی ﷺ بل امضاه"

(فتح الباری، کتاب الطلاق تحت ۵۲۶۱ ملخص، ج ۱۰، ص ۶۲۸۱)

یعنی حضرت ابن عباس سے متصور نہیں ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ سے ایک چیز روایت کریں اور فتویٰ اسکے خلاف دیں اسلئے یہ روایت شاذ ہے اور ابن عباس کی طرف اسکو منسوب کرنے میں طاؤس کو وہم ہوا ہے حالانکہ امام بیہقی

نے حضرت ابن عباس سے ایک مجلس کی تین طلاق کے تین ہونے پرتقریباآٹھ(۸)روایات پیش کی ہیں اور یہ مسلم ہے کہ اختلاف کی صورت میں کسی ایک راوی کے قول پرعمل کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اکثرراوی کے قول پرعمل کیا جائے اور ابن عربی نے کہا کہ جب یہ حدیث مختلف فیہ ہے تو اجماع پراسکی تقدیم کیسے ہوگی؟ نیز یہ حدیث سنن نسائی میں مذکورحدیث محمود بن لبید کے خلاف ہے جس میں اس بات کی تصریح ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک مجلس کی تین طلاق کونافذ کردیا۔

امام ابن حجر عسقلانی کے اس قول کی مزید وضاحت امام بیہقی کے بیان سے ہوتی ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:

"هذا الحديث احد ما اختلف فيه البخاری ومسلم فاخرجه مسلم وتركه البخاری واظنه انما تركه لمخالفةسا ئر الروايات عن عباس"

(السنن الکبری للبیہقی کتاب الخلع والطلاق باب من جمل الثلاث واحدة وماروی فی خلاف ذالک تحت حدیث ۱۴۹۷۴، ج ۷،ص ۵۵۱ بیروت)

ترجمہ: یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جس میں امام بخاری اور مسلم کا اختلاف ہے امام مسلم نے اس کوروایت کیا ہے لیکن امام بخاری نے اس کوترک کردیا ہے اورامام بخاری کے ترک کرنے کی وجہ سے میرا گمان یہی ہے کہ یہ روایت حضرت ابن عباس کی باقی تمام روایات کے مخالف ہے۔

پھرامام بیہقی ابن عباس کی وہ روایات جوایک مجلس میں تین طلاق کے تین ہونے کے متعلق ہیں نقل کرتے ہیں:

(ا)"فمنها عن عكرمه عن ابن عباس "والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلثة قروء' الى قوله' وبعولتهن حق بردهن (البقرة.۲۲۸)وذالك ان امرقد كان اذاطلق امرأته فهواحق

بـرجـعتهـاوان طـلـقها ثلاثافنسخ ذلک فقال الطلاق مرتان،،

(البقرۃ،۲۲۹) (السنن الکبری حدیث۱۴۹۷۵)

یعنی حضرت ابن عباس نے فرمایا پہلے لوگوں کا حال یہ تھا کہ وہ تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کر لیتے تھے تو آیت ''الطلاق مرتان'' نے اسے منسوخ کر دیا۔

(۲)''فـمـنهـا عـن ابـن جريج قال اخبرنى عكرمة بن خالدان سـعيد بن جبير اخبره ان رجلا جاء الى ابن عباس فقال طلقت امرأتى الفافقال تاخذثلاثاوتدع تسعمائة وسبعة وتسعين''

(حدیث۱۴۹۷۶)

یعنی ایک شخص اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دیکر ابن عباس کی بارگاہ میں آیا تو آپ نے جواب دیا تین لے لو اور نوسوستانوے (۹۹۷) چھوڑ دو۔

(۳)'' ورواه عـمـروبن مرة،عن سعيد بن جبير عن ابن عباس انه قال لرجل طلق امرأته ثلاثا حرمت عليک،،

(تحت حدیث ۱۴۹۷۶)

ایک شخص تین طلاق دیکر ابن عباس سے حکم دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تیری بیوی تم پر حرام ہوگئی۔

(۴)''عـن مـجـاهـد قـال قال رجل لابن عباس طلقت امرأتى مائة قال تاخذ ثلاثاوتدع سبعاوتسعين''(حدیث۱۴۹۷۷)

یعنی ایک شخص نے ابن عباس سے کہا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں تو ابن عباس نے فرمایا تین لے لو اور ۹۷ چھوڑ دو۔

(۵)''عـن مـجـاهـد قال سئل ابن عباس عن رجل طلق امرأته مائة قال عصيت ربک وبانت منک امرأتک''

(حدیث۱۴۹۷۸)

یعنی حضرت ابن عباس سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی تھیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی نکاح سے نکل گئی۔

(۶)''عن عطاء ان رجلا قال لابن عباس طلقت مائة قال تأخذ ثلاثاو تدع سبعاوتسعين'' (حدیث ۱۴۹۷۹)

یعنی ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے کہا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں تو آپ نے جواب دیا تین لے لو اور ستانوے چھوڑ دو۔

(۷)'' عن عمرو بن دینارا ن ابن عباس سئل عن رجل طلق امرأته عددالنجوم فقال انمایکفیک رأس الجوزاء'' (حدیث ۱۴۹۸۰)

یعنی حضرت ابن عباس سے ایسے شخص کے بارے میں سوال ہوا جس نے ستاروں کی تعداد کے مانند اپنی عورت کو طلاق دی تھی تو آپ نے جواب دیا جوزا تیرے لیئے کافی ہے۔

(۸) ''عن مالک بن الحارث عن ابن عباس قال اتانی رجل فقال ان عمی طلق امرأته ثلاثا فقال عمک عصی اللّٰہ فاند مه اللّٰہ و اطاع الشیطان فلم یجعل له مخرجا '' (حدیث ۱۴۹۸۱)

یعنی حضرت ابن عباس کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا میرے چچا نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دی ہیں تو آپ نے جواب دیا تیرے چچا نے اللہ کی نافرمانی کی ہے اسلیئے اللہ نے انھیں رسوا کیا اور شیطان کی اطاعت کی اسلیئے اب اسکے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اس کے بعد امام بیہقی فرماتے ہیں " **فهذه روایة سعید بن جبیر وعطابن ابی رباح ومجاهد وعکرمة وعمرو بن دینار ومالک بن ایاس بن البکیرورویناه عن معاویة بن عیاش الانصاری کلهم عن ابن عباس انه أجاز الطلاق الثلاث وامضاهن''** (تحت حدیث ۱۴۹۸۲)

ان مذکورین کے علاوہ صرف طاؤس نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت کیا ہے کہ عہد رسالت ﷺ، عہد صدیقی اور عہد فاروقی کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقیں ایک قرار دی جاتی تھیں ورنہ ابن عباس کے تمام تلامذہ واصحاب جن میں سعید بن جبیر، عطا بن ابی رباح، مجاھد، عکرمہ، عمرو بن دینار اور مالک کے نزدیک ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں۔ اسلئے روایت مذکورہ طاؤس کے وہم پر محمول کی جائے گی اور ظاہر ہیکہ کے وہم کی بنیاد پر حکم شرع نافذ نہیں ہوتا ہے اور اگر طاؤس کے وہم کی بنیاد پر اس حدیث کو مسترد نہ کیا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ پر عہد نبوی ﷺ کے معمول کی مخالفت اور مداہنت کا الزام شنیع عائد ہوگا اسلئے بہتر یہی ہے کہ ایک معقول وجہ کی بنیاد پر اس حدیث کو مسترد کر دیا جائے۔ تاکہ صحابہ کرام کی طرف بدظنی کی نسبت سے دامن کو بچایا جائے۔

جیسا کہ علامہ ماردینی متوفی ۸۴۵ھ طاؤس کی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"ذکر صاحب الاستذکار ان ھذہ الروایۃ وھم وغلط لم یعرج علیھا احد من العلماء ولا یصح ذالک عن ابی عباس لروایۃ الثقات عنہ خلافہ ولو صح عنہ ماکان قولہ حجۃ علی من ھو من الصحابۃ رجل واعلم منہ، وھم عمرو عثمان وعلی وابن مسعود، ابن عمرو غیرھم"

(ملخص الجوہر النقی علی ھامش البیہقی ج ۷، ص ۱۵۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی صاحب استذکار علامہ ابن عبدالبر نے ذکر کیا کہ طاؤس کی یہ روایت وہم پر مبنی ہے اور غلط ہے، علمائے اسلام میں سے کسی نے اس قول کو قبول نہیں کیا، حضرت ابن عباس سے طاؤس کی یہ روایت اسلئے صحیح نہیں ہے کہ متعدد راویوں نے حضرت ابن عباس سے اسکے خلاف روایت کیا ہے اور اگر بالفرض طاؤس کی یہ روایت صحیح بھی ہو تو یہ ان جلیل القدر اور اعلم صحابہ کرام

مثلاً حضرت عمر، عثمان، علی، ابن مسعود اور ابن عمر (رضی اللہ عنھم) کے خلاف حجت نہیں بن سکتی۔

علامہ ابن عبدالبر کی اس صریح وضاحت کے بعد اب کوئی عقل مند طاؤس کی روایت سے شاید ہی استدلال کر سکے گا۔

طائوس کا فتویٰ طائوس کی روایت کے خلاف

ایک مجلس کی تین طلاق کے متعلق صحیح مسلم میں درج طاؤس کی جس روایت سے اہل حدیث سیدنا فاروق اعظم پر عہد نبوی ﷺ کی مخالفت کا الزام عائد کرتے ہیں اس روایت کے خلاف خود طاؤس کا فتویٰ بھی موجود ہے، طاؤس کہتے ہیں کہ غیر مدخولہ کو ایک مجلس میں تین لفظوں کے ساتھ تین طلاقیں دی جائیں تو یہ ایک طلاق ہوگی کیونکہ غیر مدخولہ پہلی طلاق کے بعد بائنہ ہو جاتی ہے اور بعد کی طلاقوں کا محل نہیں رہتی جیسا کہ حافظ ابن ابی بکر ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی مصنف میں ذکر کرتے ہیں:

"عن لیث عن طاؤس وعطاانهما قالا اذاطلق الرجل امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بهافهي واحدة"

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۴، ص ۱۲)

ترجمہ: لیث بیان کرتے ہیں کہ طاؤس اور عطا کہتے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ہمبستری سے پہلے تین طلاقیں دے تو وہ ایک طلاق ہوگی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ طاؤس مطلقا تین طلاقوں کو ایک نہیں کہتے تھے بلکہ صرف غیر مدخولہ کے بارے میں انکا یہ قول تھا (اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہے) اسلئے طاؤس کی یہ روایت جس کو امام مسلم نے ذکر کیا ہے وہم اور مغالطہ سے خالی نہیں۔

صحیح مسلم میں درج طائوس کی روایت کے خلاف طائوس کی دوسری روایت

اہل حدیث مولوی نے اپنے اختراعی مذہب کی بنیاد طاؤس کی جس روایت پر رکھی ہے وہ روایت خود طاؤس کی دوسری روایت کے خلاف ہے، طاؤس فرماتے ہیں کہ اپنی بیوی کو تین طلاق دینے والے سے حضرت ابن عباس یہ کہتے کہ اگر تو اللہ سے ڈرتا تو تیرے لئے کوئی راستہ نکل سکتا تھا لیکن اب تیرے لئے کوئی راستہ نہیں ہے جیسا کہ امام عبدالرزاق اپنی مصنف میں ذکر کرتے ہیں:

"عن معمر قال اخبرنی ابن طائوس عن ابیه قال کان ابن عباس اذاسئل عن رجل یطلق امرأته ثلاثاقال لو اتیقیت الله جعل لک مخرجالا یزده علی ذالک" (مصنف عبدالرزاق، حدیث ۱۱۳۴۷)

ترجمہ: حضرت معمر فرماتے ہیں مجھے خبر دی ابن طاؤس نے وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد طاؤس سے وہ فرماتے ہیں جب حضرت ابن عباس سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جاتا جو اپنی بیوی کو تین طلاق دے چکا ہوتا؟ تو حضرت ابن عباس فرماتے اگر تو اللہ سے ڈرتا تو اللہ تعالیٰ تیرے لئے کوئی راہ نکال دیتا۔

پس طاؤس کی مذکورہ روایت اور فتویٰ سے ثابت ہوا کہ تین طلاقوں کو طاؤس بھی تین ہی قرار دیتے تھے۔

نیز حضرت ابن عباس کے فتاوے اور طاؤس کی روایت کی بنیاد پر تعارض کی صورت پیدا ہوگی جیسا کہ ماقبل میں آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔ اور یہ مسلم ہیکہ جب صحابی رسول ﷺ کسی حدیث کی روایت کریں اور انکا عمل یا فتوی اس حدیث کے خلاف ہو تو پھر تین ہی باتیں ہوسکتی ہیں (۱) یا تو یہ روایت صحیح نہیں (۲) یا اس صحابی کے نزدیک منسوخ ہوچکی ہے۔ کیونکہ صحابی رسول سے یہ متصور نہیں کہ وہ ایک حدیث بیان کریں اور عمل اسکے خلاف

کریں (۳) یا پھر اس حدیث میں تاویل ہے اور اسکا ظاہری معنی مراد نہیں جیسا کہ علامہ عبدالعزیز پرھاروی ''نبراس'' میں لکھتے ہیں۔

"ان روایة اذاعمل بخلافه کان ذالک طعنافی صحة اودلیلا علی انه منسوخ اومصروف عن الظاهر.

(نبراس ص ۲۳، بحواله ،شرح مسلم، ازعلامه سعیدی)

یعنی جب کسی راوی کا عمل اسکی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہوتو یہ اس حدیث کی صحت میں طعن کا موجب ہے یا اس حدیث کے منسوخ ہونے پردلیل ہے یا پھر اس حدیث میں تاویل ہے اور اسکا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔

مثلا کتب صحاح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہیکہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔اب امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں، جہاں تک حضرت ابن عمر کی روایت کا تعلق ہے تو ان سے وہ بھی مروی ہے جو ہم نے ان کے واسطہ سے رسول اکرم ﷺ سے روایت کیا لیکن رسول اکرم ﷺ کے بعد اس روایت کے خلاف ان کا عمل مروی ہے۔ پھر امام طحاوی اپنی سند سے حدیث نقل کرتے ہیں:

"عن مجاهد قال صليت خلف ابن عمر فلم يكن يرفع يديه الا في التكبيرة الاولى من الصلوة"

(شرح معانی الآثار کتاب الصلوٰۃ ،باب۷۴ التکبیر للرکوع وللسجودولرفع من الرکوع هل مع ذالک رفع ام لا؟حدیث ۱۲۶۵)

یعنی حضرت مجاہد فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے نماز میں صرف پہلی بار تکبیر میں ہاتھ اٹھایا۔

اسکے بعد امام طحاوی فرماتے ہیں:

"فهذاابن عمر قدرای النبی ﷺ یرفع ثم ترک هذالرفع بعد

النبی ﷺ فلا یکون ذالک الا وقد ثبت عندہ نسخ ماقدرای النبی ﷺ فعلہ وقامت الحجۃ علیہ ذالک" (شرح معانی الآثار)

ترجمہ: تو یہ حضرت ابن عمر ہیں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا لیکن نبی اکرم ﷺ کے بعد ہاتھ اٹھانا چھوڑ دیا تو یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب آپ کے نزدیک یہ عمل منسوخ ہو چکا ہو جو آپ نے دیکھا اور اسکے خلاف دلیل ثابت ہوگئی۔

نیز حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اسکو سات مرتبہ دھونا ضروری ہے (کتب صحاح) اور خود تین مرتبہ دھوتے تھے۔ (دار قطنی، طحاوی) اسکے بعد امام طحاوی فرماتے ہیں:

"وقد روی عن النبی ﷺ ماذکرنا ثبت بذلک نسخ السبع لانا نحسن الظن بہ فلا نتوھم علیہ انہ یترک ماسمعہ من النبی ﷺ الا الیٰ مثلہ والا سقطت عدالتہ فلم یقبل قولہ ولا روایتہ" (شرح معانی الآثار، کتاب الطہارۃ باب ۳، سور الکلب)

یعنی جب حضرت ابو ہریرہ کے خیال میں تین بار دھونا اس برتن کو پاک کردیتا ہے جس میں کتے نے منہ ڈالا اور انھوں نے اس سلسلے میں نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا جسکا ہم نے ذکر کیا ہے اس سے سات بار دھونے کا حکم منسوخ ہونا ثابت ہوگیا کیونکہ ہم انکے بارے میں اچھا گمان رکھتے ہیں لہذا ہم اس بات کا وہم بھی نہیں کرتے کہ انھوں نے جو کچھ رسول اکرم ﷺ سے سنا اسکی مثل پر عمل کیے بغیر اسے چھوڑ دیا ہو ورنہ انکی عدالت ختم ہوجائے گی اور ان کا قول اور روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

لہذا حضرت ابن عباس کی یہ حدیث جسکو طاؤس نے بیان کیا ہے اسی قبیل سے ہے اور یہ بھی منسوخ مانی جائے گی بلکہ اس حدیث کے منسوخ ہونے پر حضرت ابن عباس کی صریح

وضاحت موجود ہے جیسا کہ سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں ہے:

"عن عکرمہ عن ابن عباس قال ان الرجل کان اذا طلق امرأتہ فھو احق برجعتھا وان طلقھا ثلاثا فنسخ ذالک فقال الطلاق مرتان"

(ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب نسخ المراجعہ بعد التطلیقات الثلاث، حدیث ۲۱۹۵۔
نسائی، کتاب الطلاق، فی ذالک الباب، حدیث ۳۵۵۴)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہیکہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا تو اسے رجعت کا حق حاصل تھا لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا طلاق دو مرتبہ ہے اسکے بعد یا تو بھلائی سے روک لو یا پھر احسان کرتے ہوئے چھوڑ دو۔

الحاصل جمہور علمائے اسلام نے طاؤس کی روایت کردہ حدیث کو کئی وجوہ سے رد کیا ہے (۱) سقم کی بنیاد پر غیر مقبول قرار دیا جیسا کہ گذشتہ تفصیلات سے معلوم ہوا (۲) اس حدیث کے راوی طاؤس ہیں اور ان کا فتوی اور انکی دوسری روایت اسکے خلاف ہے جیسا کہ ماقبل میں آپ نے ملاحظہ کیا (۳) یہ روایت خود حضرت ابن عباس کے فتوی کے خلاف ہے (۴) حضرت ابن عباس کی یہ روایت ان سے اعلم وافقہ صحابہ کی روایت کے خلاف ہے (۵) یا حضرت ابن عباس کی یہ روایت آیۃ طلاق سے منسوخ ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس کی دوسری روایت اس پر دال ہے (۶) یا اس میں تاویل کی اور فرمایا کہ عہد نبوی میں لوگ تاکید کی نیت سے تین بار طلاق دیتے تھے انکا مقصد بعد کی دو طلاق سے پہلی طلاق کو مؤکد کرنا تھا پھر عہد فاروقی میں لوگوں کا مزاج بدلا اور طلاق کے بارے میں لوگ عجلت سے کام لینے لگے ان لوگوں نے تین طلاقیں دینے کی نیت سے تین بار طلاق کہنا شروع کردیا اسلئے فاروق اعظم نے انکی نیتوں کے اعتبار سے ان تین طلاقوں کو تین طلاقیں ہی قرار دیا۔ جمہور نے اپنی اس تاویل سے عمر فاروق پر لگائے گے الزامات کا جواب دیا اور یہ واضح کردیا کہ فاروق اعظم نے رسول اکرم ﷺ کے کسی امر کو نہیں بدلا بلکہ اسی چیز کو نافذ کیا ہے جو رسول اکرم ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے۔

مسند احمد میں درج حدیث رکانہ کا محدثانہ جائزہ

غیر مقلدوں نے حضرت رکانہ سے متعلق مسند احمد کی حدیث کو اپنی دلیل قرار دیا ہے، مسند احمد میں درج، رکانہ کی روایت میں یہ صراحت ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق کو رسول اکرم نے ایک قرار دیا جیسا کہ گذشتہ صفحہ میں آپ نے ملاحظہ کیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مذکورہ روایت کس درجہ کی ہے اور اصل واقعہ کی حقیقت کیا ہے چنانچہ امام ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ اپنی اپنی سنن میں اُسی حدیث کو یوں نقل کرتے ہیں:

"عن ركانة قال اتيت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت يارسول الله صلی اللہ علیہ وسلم انی طلقت امرأتی البتة فقال ماارد ت بها؟قلت واحدة قال والله قلت والله قال فهو ماارد ت.

(ترمذی حدیث رقم ۱۱۸۰، ابوداؤد حدیث ۲۲۰۶، ابن ماجہ حدیث ۲۰۵۱)

ترجمہ: رکانہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلاق بتہ سے کیا مراد لیا؟ میں نے کہا ایک طلاق آپ نے فرمایا قسم بخدا؟ میں نے قسم بخدا کہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے جو مراد لی وہی طلاق پڑی یعنی ایک طلاق۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت رکانہ سے طلاق کی تعداد کا دریافت کرنا اور پھر انکی مراد پر قسم لینا اس بات کی دلیل ہیکہ ایک مجلس میں ایک لفظ سے تین طلاقیں مؤثر ہو جاتی ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکانہ سے یہ استفسار کیوں کرتے کہ تم نے اس لفظ سے کیا مراد لیا؟ اور انکی مراد پر قسم کی تاکید کیوں فرماتے؟ بلکہ صاف بیان کر دیتے کہ ایک مجلس کی تین طلاق صرف ایک طلاق شمار ہوتی ہے، پھر جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطمنان ہو گیا کہ "بتہ" سے رکانہ کی مراد ایک طلاق ہے تو آپ نے ایک طلاق کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت عمر نے جو فیصلہ

صادر فرمایا وہ اس کے مطابق تھا۔

اس حدیث کے تناظر میں یہ بھی واضح کردوں کہ آج بھی اگر کوئی شخص طلاق بتہ سے ایک طلاق مراد لے تو یہی حکم دیا جائے گا یعنی ایک طلاق کا حکم نافذ ہوگا لیکن انصاف سے بتائیں کہ آج لوگوں نے طلاق دینے کا جو طریقہ اپنالیا ہے کیا وہ رکانہ کے طریقے سے بال برابر بھی میل کھاتا ہے؟ کیا آج عوام الناس میں سے کوئی ایسا ہے جو تین طلاق بول کر ایک مراد لیا ہو؟ کیا کسی دارالافتاء میں کوئی ایسا شخص گیا ہے جو تین طلاق سے ایک کا ارادہ رکھتا ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے اور واقعی ایسا نہیں ہے تو اب تصریحات مذکورہ کے مدنظر جمہور فقہائے اسلام پر طاؤس کی روایت کی مخالفت کا الزام عائد نہیں ہوگا۔

حضرت رکانہ نے طلاق بتہ دی تھی لیکن لفظ ''بتہ'' کی وضاحت تشنہ لب ہے اسلئے بہتر یہ ہیکہ اسکی وضاحت بھی کردی جائے چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں:

" وقد اختلف اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغیر هم فی طلاق البتة فروی عن عمربن الخطاب انه جعل البتة واحدة وروی عن علی انه جعلها ثلاثا وقال بعض اهل العلم فیه نیة الرجل ان نوی واحدة فواحدة وان نوی ثلاثا فثلاث وان نوی ثنتین لم تکن الا واحدة وهوقول الثوری واهل الکوفة وقال مالک بن انس (فی البتہ) ان کان قددخل بهافهی ثلاث تطلیقات وقال الشافعی ان نوی واحدة فواحدة یملک الرجعة وان نوی ثنتین فثنتان وان نوی ثلاثا فثلاث"۔

(ترمذی ،کتاب الطلاق واللعان ،باب ماجاء فی الرجل طلق امرأتہ، تحت حدیث ۱۱۸۰ ج ۲، ص ۳۹۴، دارالفکر بیروت)

یعنی صحابہ کرام اور دوسرے علماء کا طلاق بتہ میں اختلاف ہے حضرت فاروق اعظم سے منقول ہیکہ یہ ایک ہی طلاق ہے، حضرت علی سے روایت

ہے کہ یہ تین طلاق ہے اور بعض اہل علم نے شوہر کی نیت کا اعتبار کیا ہے پس اگر ایک کی نیت کرلے تو ایک تین کی نیت ہو تو تین واقع ہونگی اور اگر دو کی نیت ہو تو صرف ایک واقع ہوگی، سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے، مالک بن انس فرماتے ہیں اگر دخول ہوا ہے تو تین طلاقیں شمار ہونگی، اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک کی نیت سے ایک طلاق واقع ہوگی اور وہ رجوع کرسکتا ہے، دو کی نیت ہو تو دو اور تین کی نیت کرلے تو تین طلاقیں واقع ہونگی۔

واضح ہو کہ امام ابوداؤد نے حدیث رکانہ کو تین سندوں سے ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے:

" هذا اصح من حديث ابن جريج" (ج ۲، ص ۲۳۸، دارالفکر بیروت)

یعنی یہ حدیث جریج کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے جس میں یہ وضاحت ہیکہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تھی۔

امام ترمذی نے بیان کیا:

" ويروى عن عكرمة عن ابن عباس ان ركانة طلق امرأته ثلاثا" (تحت حدیث ۱۱۸۰، ج ۲، ص ۳۹۴)

"طلاق بتہ" کا مطلب جو بھی ہو لیکن بہر حال رکانہ کی حدیث سے یہ بھی ثابت ہیکہ انہوں نے تین طلاق دیکر ایک مراد لی تھی اور بارگاہ نبوی ﷺ میں اپنی مراد پر قسم کھائی پھر رسول اکرم ﷺ نے انکی قسم کا اعتبار کرتے ہوئے ایک طلاق کا حکم دیا، یہی ہمارا مسلک ہے اور یہی طاؤس کی روایت کا صحیح محمل ہے۔

امام ابوداؤد نے ابن جریج کی جس حدیث کا تذکرہ کیا وہ یہ ہے:

" اخبرنا ابن جريج اخبرني بعض بني ابي رافع مولى النبي ﷺ عن عكرمة مولى ابن عباس عن ابن عباس قال طلق عبديزيد ابو ركانه واخوته ام ركانة ونكح امرأة من مزنيه

فجأت النبی ﷺ فقالت مایغنی عنی الا کما تغنی هذه الشعرة لشعرة اخذ تها من راسها ففرق بینی وبینه فاخذت النبی ﷺ حمیة فدعا برکانة واخواته ثم قال لجلسائه اترون فلانا یشبه منه کذاوکذا من عبدیزید وفلانا یشبه منه کذاوکذا، قالو: نعم قال النبی ﷺ بعبد یزید طلقها ففعل، قال راجع امراتک ام رکانه واخوته فقال انی طلقتها ثلاثا یا رسول الله ﷺ قال قد علمت راجعها وتلا(یا ایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقو هن لعد تهن)(ابوداؤد، حدیث ۲۱۹۶،باب نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث، ج۲، ص ۲۳۲)

ترجمہ: ابن جریج کہتے ہیں کہ ہم کو خبردی بعض ابناء ابی رافع (رسول اکرم ﷺ کے آزادکردہ غلام) نے وہ روایت کرتے ہیں عکرمہ (ابن عباس کے آزادکردہ غلام) سے اور وہ حضرت ابن عباس سے کہ عبد یزید (رکانہ اور اسکے بھائیوں کا باپ ہے) نے ام رکانہ کو طلاق دیدی اور قبیلہ مزنیہ کی ایک عورت سے نکاح کرلیا وہ عورت رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ ابورکانہ میرے کام کا نہیں ہے مگر بال برابر (اور ایک بال اسنے اپنے سرکا پکڑا) تو یارسول اللہ ﷺ میرے اور رکانہ کے درمیان جو رشتہ ہے اسے ختم کردیجئے ،رسول اکرم ﷺ یہ سن کر ناراض ہوگئے اور رکانہ اور اسکے بھائیوں کو بلایا پھر حاضرین سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کیا تم فلاں کو دیکھتے ہو کتنا مشابہ ہے ابورکانہ سے؟ لوگوں نے کہا ہاں! (یعنی یہ عورت ابورکانہ کے بارے میں یہ کہتی ہے کہ یہ نامرد ہے حالانکہ اسکی اولاد موجود ہیں) پھر حضور ﷺ نے عبدیزید سے فرمایا اس عورت کو طلاق دیدو اور ام رکانہ سے رجعت کرلو عبدیزید (ابورکانہ) نے

عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے تو اسکو تین طلاق دی ہے آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں تو اس سے رجعت کرلے اور آیت مذکورہ آپ نے تلاوت فرمائی۔

اس حدیث سے بھی غیر مقلدوں کو یہ شبہ ہوا کہ ایک مجلس کی تین طلاق سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے جیسا کہ غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں نے اس حدیث کے حاشیہ میں لکھا ہے:

''اور جو تین طلاق ایک ہی بار میں دیدے تو ایک طلاق پڑے گی یہی مذہب ہے ہمارے ائمہ حدیث کا اور یہی صحیح ہے اور ائمہ اربعہ اس کے خلاف میں ہیں انکے نزدیک تینوں پڑجائیں گی بدلیل حدیث عمر کے اور وہ موقوف ہے اور ہماری طرف احادیث صحیحہ مرفوعہ موجود ہیں''۔

(ترجمہ ابوداؤد، ج ۲، ص ۱۷۶، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی)

وحید الزماں کی مذکورہ عبارت سے یہ ثابت ہوا کہ اہل حدیث مکار تو ہوتے ہی ہیں لیکن جھوٹ بولنے میں بھی بے غیرت ہوتے ہیں اگر یہ غلط ہے تو ذرا کوئی ان سے پوچھے تو سہی کہ ائمہ حدیث میں سے کتنے امام مسئلہ طلاق میں انکے ساتھ ہیں؟ غیر مقلد مولوی وحید الزماں نے اپنے موقف کی مستدل احادیث کو صحیحہ مرفوعہ بتا کر مسئلہ طلاق میں مسلک غیر مقلد کو جو سند وثوق فراہم کرنے کی کوشش کی ہے یہ تو مضحکہ خیز ہے ہی لیکن اس سے زیادہ مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ جمہور کی مستدل حدیث کو موقوف بتا کر جہالت کا ثبوت فراہم کیا ہے، شاید غیر مقلد کے اس علامہ کی رسائی حدیث عمر ہی تک ہوسکی ہے جبکہ آپ پر گزشتہ اوراق کے تناظر میں یہ بات سپیدہ سحر سے کہیں زیادہ نکھر کر سامنے آگئی کہ جمہور کی تائید میں جس طرح احادیث موقوفہ کی کثرت ہے اس سے کہیں زیادہ احادیث مرفوعہ وارد ہیں لیکن چمگادڑ کو آفتاب نظر نہ آئے تو اس میں بیچارے دن کا کیا قصور؟

خلاصہ یہ کہ ابوداؤد کی یہی وہ حدیث جرتج ہے جس کے پیش نظر خود امام

ابوداؤد نے حدیث ''۲۲۰۸،، کوزیادہ صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا'' ھذا اصح من حدیث ابن جریج '' حدیث ۲۲۰۸ کی مکمل وضاحت پیش کرنے سے پہلے نواب وحیدالزماں کے اس دعوی کو (جو حدیث ابن جریج کے تناظر میں ہے کہ ہمارے طرف احادیث صحیحہ مرفوعہ موجود ہیں) دیکھیں کس قدر صداقت سے میل کھا رہا ہے۔ سب سے پہلے آپ یہ ملاحظہ فرمائیں کہ امام ابوداؤد نے اس حدیث کے بارے میں کیا فرمایا؟

چنانچہ امام ابوداؤد ابن جریج کی یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''وحدیث نافع بن عجیر وعبداللہ بن علی بن یزید بن رکانة عن ابیہ عن جدہ ان رکانة طلق امرأتہ البتة فردھا الیہ النبی ﷺ اصح لانھم ولدالرجل واھلہ اعلم بہ ان رکانة طلق امرأتہ البتة فجعلھا النبی ﷺ واحد'' (تحت حدیث ۲۱۹۶)

یعنی نافع بن عجیر اور عبداللہ بن علی کی روایت کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی اور نبی ﷺ نے انہیں رکانہ کولوٹا دیا تھا زیادہ صحیح ہے اسلئے کہ یہ لوگ رکانہ کی اولاد ہیں اور اہل خانہ اس بات کو زیادہ جان سکتے ہیں کہ رکانہ نے کون سی طلاق دی پس اہل خانہ نے یہ وضاحت کی کہ رکانہ نے طلاق بتہ دی ہے اسلئے حضور ﷺ نے رکانہ سے قسم لیکر اسے ایک طلاق قرار دیا۔

امام ابوداؤد کی یہ وضاحت بتا رہی ہے کہ یہ حدیث زیادہ صحیح نہیں ہے بلکہ زیادہ صحیح حدیث نافع بن عجیر ہے جس میں طلاق بتہ کا تذکرہ ہے، اب یہ حدیث کیسی اور کس درجہ کی ہے؟ اور اسکے راوی کیسے ہیں؟

ذرا امام نووی متوفی ۶۷۶ھ سے پوچھتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

'' واما الروایة التی رواھا المخالفون ان رکانة طلق ثلاثا فجعلھا واحدة فروایة ضعیفة عن قوم مجھولین''

(شرح صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث تحت حدیث ۱۴۷۲، ج۱، ص۵۷،

عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے تو اسکو تین طلاق دی ہے آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں تو اس سے رجعت کر لے اور آیت مذکورہ آپ نے تلاوت فرمائی۔

اس حدیث سے بھی غیر مقلدوں کو یہ شبہ ہوا کہ ایک مجلس کی تین طلاق سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے جیسا کہ غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں نے اس حدیث کے حاشیہ میں لکھا ہے:

''اور جو تین طلاق ایک ہی بار میں دیدے تو ایک طلاق پڑے گی یہی مذہب ہے ہمارے ائمہ حدیث کا اور یہی صحیح ہے اور ائمہ اربعہ اس کے خلاف میں ہیں انکے نزدیک تینوں پڑ جائیں گی بدلیل حدیث عمر کے اور وہ موقوف ہے اور ہماری طرف احادیث صحیحہ مرفوعہ موجود ہیں''۔

(ترجمہ ابوداؤد، ج ۲، ص ۱۷۶، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی)

وحید الزماں کی مذکورہ عبارت سے یہ ثابت ہوا کہ اہل حدیث مکار تو ہوتے ہی ہیں لیکن جھوٹ بولنے میں بھی بے غیرت ہوتے ہیں اگر یہ غلط ہے تو ذرا کوئی ان سے پوچھے تو سہی کہ ائمہ حدیث میں سے کتنے امام مسئلہ طلاق میں انکے ساتھ ہیں؟ غیر مقلد مولوی وحید الزماں نے اپنے موقف کی متدل احادیث کو صحیحہ مرفوعہ بتا کر مسئلہ طلاق میں مسلک غیر مقلد کو جو سند وثوق فراہم کرنے کی کوشش کی ہے یہ تو مضحکہ خیز ہے ہی لیکن اس سے زیادہ مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ جمہور کی متدل حدیث کو موقوف بتا کر جہالت کا ثبوت فراہم کیا ہے، شاید غیر مقلد کے اس علامہ کی رسائی حدیث عمر ہی تک ہو سکی ہے جبکہ آپ پر گزشتہ اوراق کے تناظر میں یہ بات سپیدہ سحر سے کہیں زیادہ نکھر کر سامنے آگئی کہ جمہور کی تائید میں جس طرح احادیث موقوفہ کی کثرت ہے اس سے کہیں زیادہ احادیث مرفوعہ وارد ہیں لیکن چمگادڑ کو آفتاب نظر نہ آئے تو اس میں بیچارے دن کا کیا قصور؟

خلاصہ یہ کہ ابوداؤد کی یہی وہ حدیث جریح ہے جس کے پیش نظر خود امام

ابوداؤد نے حدیث ''۲۲۰۸''، کوزیادہ صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا'' ھذااصح من حدیث ابن جریج '' حدیث ۲۲۰۸ کی مکمل وضاحت پیش کرنے سے پہلے نواب وحیدالزماں کے اس دعوی کو (جو حدیث ابن جریج کے تناظر میں ہے کہ ہمارے طرف احادیث صحیحہ مرفوعہ موجود ہیں) دیکھیں کس قدر صداقت سے میل کھا رہا ہے۔سب سے پہلے آپ یہ ملاحظہ فرمائیں کہ امام ابوداؤد نے اس حدیث کے بارے میں کیا فرمایا؟

چنانچہ امام ابوداؤدابن جریج کی یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''وحدیث نافع بن عجیر وعبداللہ بن علی بن یزید بن رکانة عن ابیہ عن جدہ ان رکانة طلق امرأتہ البتة فردھا الیہ النبی ﷺ اصح لانھم ولدالرجل واھلہ اعلم بہ ان رکانةطلق امرأتہ البتة فجعلھا النبی ﷺ واحد'' (تحت حدیث ۲۱۹۶)

یعنی نافع بن عجیر اور عبداللہ بن علی کی روایت کہ رکانہ نے اپنی بیوی کوطلاق بتہ دی تھی اور نبی ﷺ نے انہیں رکانہ کولوٹا دیا تھا زیادہ صحیح ہے اسلئے کہ یہ لوگ رکانہ کی اولاد ہیں اور اہل خانہ اس بات کوزیادہ جان سکتے ہیں کہ رکانہ نے کون سی طلاق دی پس اہل خانہ نے یہ وضاحت کی کہ رکانہ نے طلاق بتہ دی ہے اسلئے حضور ﷺ نے رکانہ سے قسم لیکر اسے ایک طلاق قرار دیا۔

امام ابوداؤد کی یہ وضاحت بتارہی ہے کہ یہ حدیث زیادہ صحیح نہیں ہے بلکہ زیادہ صحیح حدیث نافع بن عجیر ہے جس میں طلاق بتہ کا تذکرہ ہے،اب یہ حدیث کیسی اور کس درجہ کی ہے؟اوراسکے راوی کیسے ہیں؟

ذراامام نووی متوفی ۶۷۶ھ سے پوچھتے ہیں،آپ فرماتے ہیں:

'' واما الروایة التی رواھا المخالفون ان رکانة طلق ثلاثا فجعلھا واحدة فروایة ضعیفة عن قوم مجھولین''

(شرح صحیح مسلم،کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث تحت حدیث ۱۴۷۲، ج۱،ص۵۷،

الجزٔ العاشر،عصریہ صیدابیروت)

یعنی یہ روایت کہ رکانہ نے تین طلاق دی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اسے ایک طلاق قرار دیا ضعیف روایت ہے جسکے راوی مجہول لوگ ہیں۔

قارئین محترم! فیصلہ خود کریں کہ حدیث کی صحت کے بارے میں امام نووی کا قول درست ہے یا نواب وحید الزماں کا؟ اگر دنیا میں ذرہ برابر بھی انصاف باقی ہے تو اسکا تقاضہ یہ ہیکہ امت مسلمہ حدیث کو امت کے معتمد شارحین اور ائمہ وقت سے سمجھیں نہ کہ آج کے جاہل گمراہوں سے جوامت مسلمہ کو خود ساختہ فہم حدیث کا پابند بنا کر انہیں بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔

پھر امام نووی اس بات کی صراحت کرتے ہوئے کہ اس بارے میں صحیح روایت کون سی ہے لکھتے ہیں:

"وانما الصحیح منھا ماقد مناه انه طلقھاالبتة ولفظ البتة محتمل للواحدة ولعل صاحب ھذه الروایة الضعیفة اعتقدان لفظ البتة یقتضی الثلاث فرواه بالمعنی الذی فھمه وغلط فی ذالک" (شرح صحیح مسلم مرجع سابق)

یعنی صحیح روایت تو صرف وہ روایت ہے جو ہم پہلے نقل کر آئے کہ رکانہ نے "طلاق بتہ" دی تھی اور لفظ بتہ تو یہ ایک طلاق کا محتمل ہے اور شاید اس ضعیف روایت کے راوی نے یہ یقین کیا کہ لفظ بتہ تین طلاق کا مقتضی ہے تو اس نے اپنی فہم کے مطابق اسی کی روایت کردی اور اس نے غلطی کی۔

امام نووی کی صراحت بالا سے جہاں یہ بات واضح ہوگئی کہ صحیح روایت "البتہ" والی روایت ہے وہیں یہ بھی واضح ہوگیا کہ طلاق بتہ سے ایک طلاق مراد ہے، اب نتیجہ یہ نکلا کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی جسکی رجعت کا حکم حضور ﷺ نے صادر فرمایا۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

"ان رکانة طلق امرأته البتة فقال له رسول اللهﷺ مااردت

بھافلو ار ادثلاثالکانت ثلاثا" (التمہید ،ج۱۵،ص۷۶)

ترجمہ: حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی اسلئے حضورﷺ نے ان سے فرمایا تم نے بتہ سے کیا مراد لی؟ پس اگر وہ تین کا ارادہ کرتے تو تینوں طلاق پڑجاتیں۔

ان تمام تصریحات سے یہ تو واضح ہوگیا کہ جمہور کی مستدل احادیث تمام نقائص سے پاک ہیں اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ غیر مقلدوں نے اپنے موقف کی حدیث کے بارے میں جو دعوی صحت کیا وہ خود ان کا اختراعی اور بے بنیاد ہے لیکن غیر مقلدوں سے یہ کچھ بعید نہیں کہ علی سبیل التنز ل اس حدیث سے بھی استدلال کرنے کو درست قرار دیتے شاید اسلئے امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے غیر مقلدوں پر اس دروازے کو بھی بند کر دیا۔

امام ابن حجر لکھتے ہیں:

"ان اباداؤدرجح ان رکانة انما طلق امرأته البتة کما اخرجه هو من طریق آل بیت رکانة لجوازان یکون بعض رواته حمل البتة علی الثلاث فقال طلقها ثلاثافبهذه النکة یقف استدلال بحدیث ابن عباس" (فتح الباری، کتاب الطلاق، باب من جوز الطلاق الثلاث، تحت حدیث ۵۲۶۱، ج۱۰، ص۲۸۰، عصریہ صیدا بیروت)

یعنی امام ابوداؤد نے اس روایت کو ترجیح دیا ہے جس میں رکانہ نے اپنی بیوی کو صرف طلاق بتہ دی تھی کیونکہ اس حدیث کے راوی رکانہ کے اہل وعیال ہیں اور یہ مضبوط دلیل ہے اور ابن جریج والی روایت میں یہ ممکن ہے کہ بعض راوی نے لفظ "بتہ" کو تین طلاق پر محمول کرکے یہ روایت کردیا ہو کہ انہوں نے تین طلاق دی تو اس نکتہ کی وجہ سے ابن عباس کی روایت سے استدلال ساقط الاعتبار ہوگا۔

ماقبل میں یہ واضح ہوگیا کہ لفظ "بتہ"، ایک طلاق کا بھی احتمال رکھتا ہے اور تین

طلاق کا بھی، اب عبارت کا مطلب یہ ہیکہ راوی نے اس لفظ (بتہ) کے دوسرے احتمال کو سامنے رکھتے ہوے بتہ کی جگہ 'ثلاثا' (تین) روایت کردیا حالانکہ رکانہ نے لفظ 'ثلاثا' سے طلاق نہ دی تھی بلکہ لفظ بتہ سے دی تھی۔

غیر مقلدوں نے حضرت رکانہ سے متعلق مسند احمد کی روایت کو اپنی دلیل قرار دیا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ "حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں اور رسول اکرم ﷺ نے ان سب کو ایک طلاق قرار دیا اور انھیں رجوع کرنے کا حکم دیا۔

حضرت رکانہ کی یہ حدیث ترمذی، ابو داؤد اور ابن ماجہ میں بھی ہے جیسا کہ ماقبل میں شرح وبسط کے ساتھ نقل ہوچکی۔ اس حدیث پر گفتگو کرنے سے پہلے واقعہ کا پس منظر پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تا کہ واقعہ کا صحیح خدوکھال قارئین پر نمایاں ہوجائے۔ واضح ہو کہ صحاح ستہ کی کتب ثلثہ میں یہ تصریح ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی اور پھر رسول اکرم ﷺ نے رکانہ سے قسم لینے کے بعد انکی نیت پر حکم صادر فرمایا۔ لیکن مسند احمد میں صرف یہ ہیکہ رکانہ نے تین طلاقیں دی تھیں اور رسول اکرم ﷺ نے ایک طلاق کا حکم دیا اور پھر رجوع کا حکم صادر فرمایا۔ مسند احمد میں رکانہ کو قسم کھلانے کا ذکر نہیں ہے حالانکہ واقعہ ایک ہے صاحب معاملہ بھی ایک ہے لیکن واقعہ کی حکایت میں تضاد ہے، صحاح ستہ کی کتب ثلثہ کی حکایت الگ ہے اور مسند احمد کی حکایت الگ ہے جسکی وجہ سے مسئلہ کا حکم بدل گیا کیونکہ صحاح ستہ کی کتب ثلثہ کے مطابق یہ ثابت ہورہا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور مسند احمد کے مطابق یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں سے صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے، اسلام کے جمہور علماء، فقہا اور محدثین نے صحاح ستہ کی روایت پر عمل کیا اور غیر مقلدین نے مسند احمد کی روایت پر عمل کیا ہے لیکن اب یہ دیکھنا ہیکہ جمہور کا مسلک درست ہے یا غیر مقلدین کا؟؟؟

حیرت ہیکہ غیر مقلدوں نے مسئلہ طلاق میں مسند احمد کی اس حدیث کو جامع ترمذی، سنن ابو داؤد اور سنن ابن ماجہ کی مذکورہ روایت پر ترجیح دی ہے حالانکہ یہ

عدل وانصاف سے بعید تر ہے کیونکہ اہل علم پر مخفی نہیں کہ مسند احمد میں احادیث صحیحہ کو جمع کرنے کا التزام نہیں کیا گیا بلکہ اس میں ضعیف، حسن، صحیح ہر قسم کی احادیث موجود ہیں، برخلاف جامع ترمذی، سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ کے، کیونکہ یہ ان کتب احادیث میں سے ہیں جن میں احادیث صحیحہ جمع کرنے کا التزام کیا گیا ہے یہی وجہ ہیکہ ان کتابوں کو صحاح ستہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

دوسری بات جو اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے وہ یہ ہیکہ غیر مقلدین دیگر مسائل میں صحاح ستہ کی رٹ لگاتے ہیں اور کسی بھی مسئلہ میں صرف صحاح ستہ سے دلیل طلب کرتے ہیں اور اگر کوئی بچارہ اپنے موقف کی تائید میں غیر صحاح ستہ سے دلیل پیش کرتا ہے تو پھر انکے چہرے کا جغرافیہ بدلنے لگتا ہے اور پھر اس حدیث کو کسی بھی طریقے سے ضعیف قرار دیکر رد کر دینا ان کیلئے معمولی بات ہے۔ لیکن طلاق کے مسئلہ میں انکا یہ رویہ ہمیں کچھ سوچنے پر مجبور کر رہا ہے، مثلاً عمل بالحدیث کی آڑ میں حدیث رسول ﷺ سے عداوت، اجماع صحابہ سے بغض، کتب صحاح کا انکار، نظریہ اسلاف سے بغاوت، اور نفس پرستی، وغیرہ وغیرہ۔

الغرض غیر مقلدوں کی دورخی پالیسی دینی اور شرعی امور میں بھی چلتی رہتی ہے جسکا اندازہ آپکو یہاں تک پہنچنے کے بعد ہو ہی گیا ہو گیا۔

مذکورہ دو حیرت کن باتیں صرف اسلئے پیش کی گئیں تا کہ انہیں اپنے وضعی واختراعی معیار کا اندازہ ہو جائے یا اگر یہ لوگ اپنا معیار بھول گئے ہوں تو یاد کر لیں، ویسے تو اب تک کی وضاحت سے اہل فہم پر واضح ہو گیا ہوگا کہ جمہور فقہا کا نظریہ ہی عقل وشرع کے مطابق ہے لیکن مسند احمد کی اس روایت کو بھی میزان عدل میں رکھنا ضروری ہے تا کہ عقل وشرع کے اعتبار سے اسکا بھی وزن معلوم ہو جائے اور قارئین کو کلی طور پر شرح صدر حاصل ہو۔

(ا) امام احمد نے اپنی مسند میں اس حدیث کو ابن جریج سے روایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے اپنی تینوں احادیث یزید ابن رکانہ سے روایت کی ہے، اسی طرح امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے بھی اپنی جامع اور سنن میں یزید ابن رکانہ کی روایت سے حدیث بیان کیا ہے، دونوں

روایت میں فرق یہ ہیکہ ابن جریج رکانہ کا کوئی نہیں ہے بلکہ وہ ایک غیر شخص ہے اور یزید رکانہ کا بیٹا ہے۔اب آپ انصاف سے بتائیں کہ جب دونوں روایت میں تضاد ہے تو ایسی صورت میں کس کی بات مانی جائیگی! ابن جریج کی یا ابن رکانہ کی؟ اس مقام پر ایک ناقص فہم بھی یہی فیصلہ کرے گا کہ گھر کی باتوں کے بارے میں صحیح خبر گھر کے افراد ہی دے سکتے ہیں نہ کہ کوئی غیر اہل خانہ اور اگر گھر کے افراد کے خلاف کسی غیر متعلق شخص نے کوئی واقعہ بیان کیا ہے تو عقل وانصاف کا تقاضہ یہ ہیکہ اسے درست قرار نہیں دیا جائے گا۔

لہٰذا جمہور نے رکانہ کے بیٹے والی روایت پر عمل کیا جو صداقت سے زیادہ قریب ہے اور ابن جریج (جو رکانہ کا کوئی نہیں ہے) کی روایت کو ترک کر دیا جیسا کہ انصاف کا تقاضہ یہی ہے۔

اس مقام پر حدیث رکانہ کی سند بیان کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا، چنانچہ سنن ابوداؤد میں ہے:

"حدثنا سليمان بن داؤد العنكي حدثنا جرير بن حازم عن زبير بن سعيد، عن عبدالله بن علي ، يزيد بن ركانه عن ابيه عن جده" (حدیث ۲۲۰۸)

حدیث نقل کرنے کے بعد امام ابوداؤد فرماتے ہیں:

"وهذا اصح من حديث ابن جريج ان ركانة طلق امر أته ثلاثا لانهم اهل بيته وهم به وحديث جريج , واه عن بعض بني رافع عن عكرمه عن ابن عباس"

(تحت حدیث ۲۲۰۸، ج۲، ص ۲۳۸)

اب متن حدیث کو (جسے گزشتہ صفحہ میں آپ نے ملاحظہ کیا ہے) سامنے رکھیں پھر امام ابوداؤد کا تبصرہ "یہ حدیث (جو ابوداؤد میں ہے) ابن جریج کی روایت (جو مسند احمد میں ہے) کی بہ نسبت زیادہ صحیح ہے جس (مسند احمد) میں ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین

طلاقیں دی تھیں کیونکہ اس حدیث کی روایت حضرت رکانہ کے اہل بیت نے کی ہے اور وہ اپنے گھر کے واقعات کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ جاننے والے تھے اور حدیث جریج بعض بنی رافع، عکرمہ اور ابن عباس سے مروی ہے'' پڑھیں۔

امام ابوداؤد کا تبصرہ پڑھنے کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ مسند احمد کی راویت ابوداؤد کی روایت سے زیادہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ روایت واقعہ کی صحت پر زیادہ دلالت کرتی ہے۔

اور امام ابن ماجہ کی سند یوں ہے:

''حدثنا ابوبکر بن ابی شبیه وعلی بن محمدقالا حدثنا وکیع عن حازم عن یزیدبن سعید عن عبداللّٰه بن علی بن یزید بن رکانه عن ابیه عن جده'' (تحت حدیث ۲۰۵۱)

اسکے بعد امام ابن ماجہ فرماتے ہیں:

''سمعت اباالحسن علی بن محر الطنافسی یقول مااشرف هذالحدیث'' (ج۱،ص۶۴۴، دارالفکر)

یعنی یہ حدیث کیا ہی عمدہ واشرف ہے۔

اب امام ابن ماجہ اور ابوداؤد کی وضاحت سے ثابت ہوگیا کہ جمہور کے مسلک کی بنیاد اس حدیث پر ہے جو سند کے اعتبار سے بھی اشرف ہے اور واقع کی صداقت کے اعتبار سے بھی، مزید جمہور کا طریقہ استدلال بھی عقل وشرع کے مطابق ہے اور نور علیٰ نور یہ کہ جمہور کے مسلک کی تائید کتب صحاح سے ہورہی ہے (فللّٰه الحمدعلی هذه النعمة)

(۲) امام بخاری نے مسند احمد والی روایت کو مضطرب اور معلل قرار دیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے التلخیص الحجر، ج۳،ص۲۱۳، میں لکھا ہے، اور علامہ ابن عبدالبر نے اسکو تمهید میں ضعیف قرار دیا ہے (بحوالہ شرح مسلم از علامہ سعیدی)

(۳) علامہ ابن جوزی مسند احمد والی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

''هذاحدیث لا یصح، ابن اسحق مجروح وداؤداشدمنه

ضعفاقال ابن حبان فیجب مجانبۃروایتہ والحدیث الاول اقرب حالاوالظاھرانہ من غلط الرواۃ،،(العلل المتنا ھیہ فی الاحادیث الواھیہ، حدیث۱۰۵۹،ج۳،ص۶۳۹)

یعنی یہ حدیث صحیح نہیں ہے اسکی سند کاایک راوی ابن اسحٰق ہے جو مجروح ہےاور دوسراراوی داؤد ہے جواس سے بھی زیادہ ضعیف ہے امام ابن حبان نے کہا ہیکہ اسکی روایت سے اجتناب کرنا واجب ہے اور ''بتہ،، والی (صحاح ستہ کی) روایت صحت کے قریب ہےاور مسند احمد والی روایت میں راویوں کی غلطی ہے۔

(۴)علامہ ابوبکررازی بصاص متوفی ۳۷۰ھ مسند احمد کی روایت کے بارے میں یہ قول نقل کرتے ہیں:

''**ان ھذین الخبرین منکرا،،** (احکام القرآن،ج۲،ص۴۶۹)

یعنی طاؤس کی روایت (جس میں یہ ہے کہ عہد نبوی ﷺ اور عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں ایک مجلس کی تین طلاق ایک شمار ہوتی تھی) اور رکانہ کی مسند احمد والی روایت منکر ہے۔

(۵)امام ابن ھمام متوفی ۸۶۱ھ فرماتے ہیں:

''**واماحدیث رکانۃ فمنکر والاصح ماروِاہ ابوداؤدوالترمذی وابن ماجہ''ا ن رکانۃ طلق زوجتہ البتۃ،،**

(فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب طلاق السنۃ ،ج۳،ص۴۵۳،علمیہ بیروت)

یعنی حضرت رکانہ کی حدیث (جو مسند احمد میں ہے) منکر ہےاور صحیح روایت وہ ہے جوابوداؤد،ترمذی اورابن ماجہ میں ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کوطلاق ''بتہ،، دی تھی۔

(۶)اس حدیث کی سند میں حضرت عکرمہ ہیں جبکہ انکافتوی اس حدیث کے خلاف ہے جیسا کہ ''حدیث نمبر۳۷'' میں آپ نے ملاحظہ کیا۔

(۷)اس حدیث کے راوی حضرت ابن عباس بھی ہیں جبکہ ان کا فتویٰ اس حدیث کے خلاف ہے جیسا کہ ماقبل میں اس کی مکمل تفصیل گزر چکی۔

(۸) یہ حدیث رسول اکرم ﷺ کے فیصلہ کے خلاف ہے۔

اھل حدیث کی مستدل حدیثوں پر اجمالی نظر

اہل حدیث کی مستدل حدیث طاؤس اور حدیث رکانہ کے بارے میں امت مسلمہ کے معتمد اور قابل اتباع محدثین نے جو کچھ کہا بہتر یہ ہے کہ محدثین کی عدالت کا فیصلہ ملاحظہ کرنے سے پہلے ان سب کا پھر سے اجمالاً ذکر کر دوں: (۱) امام نووی نے فرمایا صحیح مسلم میں درج طاؤس کی روایت اپنے ظاہری معنی میں نہیں بلکہ اس میں تاویل ہے۔(۲) امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا طاؤس کی روایت شاذ ہے اور طاؤس کے وہم پر مبنی ہے، نیز یہ روایت ابن عباس کے فتویٰ کے خلاف ہے۔(۳) امام بیہقی نے فرمایا طاؤس کی یہ روایت ابن عباس کے دیگر تلامذہ کی روایت کے خلاف ہے۔(۴) علامہ ماردینی نے علامہ ابن عبدالبر کے حوالے سے فرمایا ''طاؤس کی یہ روایت وہم پر مبنی ہے اور غلط ہے علمائے اسلام میں سے کسی نے اس قول کو قبول نہیں کیا نیز یہ روایت جلیل القدر صحابہ کرام کے خلاف ہے۔(۵) امام ابن ابی شیبہ کی روایت کے مطابق طاؤس کی یہ روایت طاؤس کے فتویٰ کے خلاف ہے۔(۶) امام ابوبکر رازی بصاص نے فرمایا طاؤس کی روایت اور مسند احمد میں درج رکانہ کی روایت منکر ہیں۔ (۷) امام نووی نے فرمایا مسند احمد میں درج رکانہ کی روایت ضعیف ہے اور اس کی روایت مجہول ہے۔(۸) امام نووی نے فر۔ اا اس ضعیف روایت کے راوی نے ''لفظ بتہ'' کو سمجھنے میں غلطی کی (۹) امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا مسند احمد کی روایت ساقط الاعتبار ہے (۱۰) امام بخاری نے مسند احمد میں درج حدیث رکانہ کو مضطرب اور معلل قرار دیا (۱۱) امام ابن عبدالبر نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا۔ (۱۲) علامہ ابن جوزی نے اس کی سند کے راوی ابن اسحاق کو مجروح قرار دیا اور دوسرے راوی داؤد کو ضعیف قرار دیا۔(۱۳) امام ابن حبان نے

فرمایا مسند احمد والی روایت میں راویوں کی غلطی ہے۔(۱۴) امام ابن ھمام نے فرمایا رکانہ کی حدیث منکر ہے۔

محدثین کی عدالت کا فیصلہ

مذکورہ تمام تفصیلات کی روشنی میں اب تک کی بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ ایک مجلس کی تین طلاق کے متعلق اہلحدیث کی مستدل احادیث درجہ صحت کو نہیں پہنچ سکیں اسلئے ان کا دعویٰ بے بنیاد اور قانون اسلام کے خلاف قرار دیا جاتا ہے اور امت کے جمہور علماء، ائمہ، فقہاء اور محدثین کی مستدل احادیث صحت وقبول دونوں اعتبار سے درست اور اہم ہیں اس لئے ان کا دعویٰ قانون اسلام کے مطابق ہے۔لہٰذا محدثین کی عدالت کا فیصلہ امت مسلمہ کے حق میں یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدے تو تینوں طلاق واقع ہوجائیں گی اور عورت بغیر حلالہ شوہر اول کیلئے حلال نہیں ہوگی یہی حکم غیر مدخولہ کا بھی ہے البتہ اگر اسے الگ الگ لفظوں سے تین طلاق دی گئیں تو پہلی ہی طلاق سے بائنہ (نکاح سے خارج) ہوجائے گی پھر اس سے حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح کیا جاسکتا ہے۔

ایک قابل توجہ حقیقت

محدثین کی عدالت کے فیصلے کے تناظر میں ایک قابل توجہ حقیقت سپرد قرطاس ہے:

سعودی عرب میں ۱۳۹۷ھ میں ''ھیئۃ کبار علماء المملکۃ العربیۃ السعودیۃ'' کی ایک مجلس کی تین طلاقوں سے متعلق میٹنگ ہوئی جس میں کافی غور وخوض، بحث ومباحثہ اور دلائل کی چھان بین کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہونگی۔

(مجلۃ البحوث الاسلامیہ ریاض، جلد ۱، شمارہ ۳، ۱۳۹۷ھ، بحوالہ تین طلاق کا شرعی حکم از علامہ یٰسین اختر مصباحی)

واضح ہو کہ ھیئۃ کبار کے فیصلے سعودی عرب کی عدالتوں میں نافذ ہوتے ہیں اور

سعودی عوام کے ساتھ آل سعود بھی اس کے پابند ہیں۔ برصغیر کے اہلحدیث کو بھی چاہیے کہ ایک مجلس کی تین طلاق کے بارے میں جمہور کے مطابق فیصلہ کریں یا کم از کم ائمہ اربعہ کے مقلدین کو اپنے اختراعی مذہب کا پابند نہ بنائیں۔ اس مقام پر اہل حدیث مفتی کا ایک فتویٰ ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا:

> ایک حنفی شخص جس نے نشے کی حالت میں پانچ گواہوں کی موجودگی میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، اس کے استفتاء کے جواب میں جماعت اہل حدیث کے دینی ادارہ جامعہ رحمانیہ مدنپورہ بنارس (یوپی) کے مفتی مولانا نذیر احمد رحمانی نے یہ لکھا کے حنفی مذہب کی رو سے بیوی پر تین طلاقیں پڑگئیں اب دوبارہ نکاح میں لانے کے لئے حلالہ کے سوا اور کوئی صورت نہیں، غالباً اسی لئے استفتاء کسی حنفی عالم کے پاس بھیجنے کی بجائے ہمارے پاس بھیجا گیا ہے استفتاء کا مقصد اتباع شریعت نہیں بلکہ اپنی نا معقول حرکت کو جائز بنانے کے لئے اہل حدیث کے فتویٰ کو آڑ بنانا ہے اس لئے ایسے شخص کو رجعت کا فتوی ہرگز نہیں دیا جاسکتا۔

(ماہنامہ محدث بنارس، ص۴۴، شمارہ اپریل ۱۹۹۳ء، بحوالہ تین طلاق کا شرعی حکم)

الوداعی کلمات

گزشتہ صفحات میں جتنی تفصیلات پیش کی گئیں ان سے دو باتیں آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہوگئیں۔ (۱) ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق کا تین ہونا۔ (۲) اہل حدیث کی دلیلوں کا غیر معتبر اور نا قابل عمل ہونا۔ لیکن ان تمام تفصیلات کے باوجود ہوسکتا ہے کہ آپ عمل بالحدیث کے جذبہ سے سرشار ہوکر جماعت اہل حدیث سے وابستہ ہوگئے ہونگے اسلئے انکے دلائل سے یکسر انحراف آپ کیلئے پریشانی کا باعث ہوگا، یا دونوں طرف سے پیش کی گئی احادیث کی بنیاد پر آپ اس پس وپیش میں ہونگے کہ کس کا قول درست ہے؟ حتمی فیصلہ کس کے حق میں ہے؟ اسلئے آپ سے چند بنیادی باتیں کہہ کر رخصت ہورہا ہوں:

● (۱)اہل حدیث اور اہل سنت میں ایک مجلس کی تین طلاق متنازع فیہ ہے، اہل حدیث ایک مجلس کی تین طلاق کے تین ہونے کی نفی (انکار) کرتے ہیں اور اہل سنت ایک مجلس کی تین طلاق کو نافذ اور ثابت کرتے ہیں، تو اہل حدیث نافی (نفی کرنے والے) اور اہل سنت مثبت (ثابت کرنے والے) ہوئے، اب دیکھنا یہ ہیکہ قول کس کا معتبر ہے ثابت کرنے والے کا یا نفی کرنے والے کا؟ دونوں فریق کو چاہیئے کہ اپنے اس مدعیٰ کو حدیث کے ایسے امام کی بارگاہ میں پیش کریں جو دونوں کے نزدیک معتبر اور ان کا فیصلہ لائق اتباع ہو، اور ایسی شخصیت جسے غیر مقلد بھی تسلیم کرتے ہیں امام بخاری کے بعد امام نووی ہیں،

امام نووی فرماتے ہیں:''المثبت مقدم علی النافی''

(شرح صحیح مسلم، کتاب الایمان، تحت حدیث ۱۸۵،ص ۳۸۴ ج۱، عصریہ صیدا بیروت)

یعنی جب کسی مسئلہ میں دو فریق ہوں ایک فریق اس مسئلہ کو ثابت کرتا ہو اور دوسرا فریق اسکو نفی کرتا ہو اور دونوں کی طرف دلیل موجود ہو تو ایسی صورت میں ثابت کرنے والے کی دلیل مقدم ہوگی اور اسی کی بات مانی جائے گی۔

● (۲)اہل حدیث کے نزدیک ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق کے بعد عورت حلال رہتی ہے اور اہل سنت کے نزدیک حرام ہو جاتی ہے گویا کہ ایسی مطلقہ عورت کے حلال اور حرام ہونے میں تعارض پیدا ہو گیا اب دیکھنا یہ ہیکہ کسی چیز کے حلال اور حرام ہونے میں تعارض ہو تو ایسی صورت میں امت مسلمہ کو کیا حکم دیا گیا یعنی امت مسلمہ قول حلال پر عمل کرے یا قول حرام پر؟ تو اس بارے میں اسلام کا قانون یہ ہے:

" اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام"

(الاشباہ والنظائر، الفن الاول، القاعدۃ الثانیۃ ص ۱۷۰)

ترجمہ: جب حلال اور حرام کا اجتماع ہو تو حرام غالب رہے گا۔

اسی میں ہے:

''اذا تعارض دلیلان احدھما یقتضی التحریم والآخر الاباحۃ قدم التحریم''(ص ۱۷۱)

یعنی جب کسی چیز کے متعلق دو دلیل ہوں ایک دلیل سے وہ شئی حلال ہوتی

ہواور دوسری دلیل سے حرام تو اب دلیل حرام کی ترجیح ہوگی اور اس چیز کو حرام قرار دیا جائے گا۔

پس اہل سنت کی دلیل کے مطابق ایک مجلس کی تین طلاق سے عورت حرام ہو جاتی ہے اور اہل حدیث کی دلیل کے مطابق حرام نہیں ہوتی ہے لہذا اہل سنت کی دلیل کی ترجیح ہوگی۔

● (۳) کسی عورت کے حلال اور حرام ہونے میں اصل یہ ہے کہ عام طور پر عورت مرد کیلئے حرام ہے اور نکاح کے ذریعہ غیر محرم عورت حلال ہو جاتی ہے اور یہ حلت طلاق سے ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن ایک مجلس کی تین طلاق سے اہل حدیث کے نزدیک یہ حلت ختم نہیں ہوتی بلکہ عورت حلال ہی رہتی ہے اور اہل سنت کے نزدیک یہ حلت ختم ہو جاتی ہے اور عورت حرام ہو جاتی ہے، اور چونکہ نکاح اور طلاق کا تعلق عورت سے وطی کے جائز اور ناجائز ہونے سے ہے، اب دیکھئے کہ اس بارے میں اصل کیا ہے؟ پس شریعت اسلامیہ کا قاعدہ یہ ہے:

"الاصل فی الابضاع التحریم"

(الاشباہ والنظائر، الفن الاول تحت القاعدۃ الثالثۃ، ص ۱۱۶، مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

یعنی فروج (شرمگاہ) میں اصل حرام ہونا ہے۔

اسی میں ہے:

"اذاتقابل فی المرأۃ حل وحرمۃ غلبت الحرمۃ" (ص ۱۱۶)

یعنی جب عورت پر تصرف کے حلال اور حرام ہونے میں دونوں دلیلیں متعارض ہوں تو حرمت والی دلیل کی ترجیح ہوگی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اہل سنت کا مسلک درست ہے کیوں کہ اہل سنت کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاق سے عورت حرام ہو جاتی ہے۔

● (۴) ایک مجلس کی تین طلاق کے متعلق امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

"فقال الشافعی ومالک وابو حنیفۃ واحمد وجماھیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلاث"

(کتاب الطلاق، تحت حدیث ۱۴۷۲)

یعنی امام شافعی، امام مالک، امام اعظم ابوحنیفہ، امام احمد اور قدیم وجدید جمہور علماء کے نزدیک ایک مجلس کی تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

اب آپ خالی الذہن ہوکر سنجیدگی سے سوچیں کہ امام نووی تک امت مسلمہ کے عظیم گروہ (سواداعظم) کاایک مجلس کی تین طلاق کے متعلق کیا موقف تھا؟ لازماً آپ اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ سواداعظم کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاق تین شمار ہوتی ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ حضورعلیہ السلام ﷺ نے مسلمانوں کو سواداعظم کی اتباع کرنے کی تاکید کی ہے اور سواداعظم سے الگ رہنے والوں کو جہنمی قرار دیا ہے، حدیث شریف میں ہے:

''اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار''

(مشکوۃ، کتاب الایمان، الفصل الثانی، حدیث ۱۷۴)

ترجمہ: سواداعظم کی پیروی کرو جو سواداعظم سے الگ ہوا وہ جہنمی ہوگیا۔

● (۵) اہل حدیث بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ عہد فاروقی میں ایک مجلس کی تین طلاق کے تین ہونے پر سب کا اجماع ہوگیا، اب آپ سے سوال یہ ہے کہ یہ اجماع غلط پر ہوا؟ یا صحیح پر؟ تو اس وقت آپ رسول اکرم ﷺ کی یہ احادیث پیش نظر رکھیں:

۱) **'' ان امتی لا تجتمع علیٰ ضلالة فاذا رأیتم اختلافا فعلیکم بالسواد الاعظم''** (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، حدیث ۳۹۵۰)

ترجمہ: بیشک میری امت گمراہی پر اجماع نہیں کرسکتی پس اگر تم میری امت میں اختلاف دیکھو تو سواداعظم کے ساتھ ہوجاؤ۔

۲) **''ان الله لا یجتمع امتی اوقال امة محمد ﷺ علی ضلالة ویدالله علیٰ الجماعة ومن شذ شذ الی النار''**

(ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ، حدیث ۲۱۷۳)

ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل میری امت (یا فرمایا محمد ﷺ کی امت) کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور دست قدرت جماعت پر ہے جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔

۳) **قال رسول الله ﷺ من فارق الجماعة قید شبر شبرا فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه''**

(ابوداؤد، کتاب السنة، باب قتل الخوارج حدیث ۴۷۵۸)

ترجمہ: حضورﷺ نے ارشاد فرمایا جو کوئی جماعت سے بالشت برابر بھی الگ ہوا تو اس نے اسلام کی رسی کو گلے سے نکال دیا۔

مذکورہ تمام احادث سے یہ بات واضح ہوئی کہ حق ہمیشہ امت مسلمہ کی بڑی جماعت کے ساتھ ہے اور مسلمانوں کو بڑی جماعت کے ساتھ ہی رہنے میں بھلائی ہے۔ جماعت سے الگ رہنے والا گویا کہ اسلام سے ہی الگ ہو گیا۔

● (٦) اگر اہل حدیث کی یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ حضرت فاروق اعظم نے ایک مجلس کی تین طلاق کو تین قرار دیا تو سوال یہ ہیکہ حضرت فاروق اعظم کے حکم کی تعمیل کی جائے یا نہیں؟ تو اسکا جواب یہ ہیکہ ایک مجلس کی تین طلاق کے ایک اور تین ہونے میں اہل حدیث اور اہل سنت مختلف ہیں اور دونوں نے اپنے اپنے طور پر رسول اللہﷺ کا قول اور فیصلہ بطور دلیل پیش کیا ہے اب ایسی صورت میں حضرت فاروق اعظم کا فیصلہ نہ ماننا حدیث رسولﷺ کے انکار کا سبب بنے گا کیوں کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) ''اقتد وا باللذین من بعدی ابی بکر و عمر''

(ترمذی، کتاب المناقب، باب فی مناقب ابی بکر و عمر کلیھما، حدیث ۳۶۸۲)

ترجمہ: میرے بعد ابو بکر اور عمر کی اقتداء کرو یعنی ان کا حکم مانو۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ اختلاف کے وقت امت مسلمہ کو حضرت فاروق اعظم کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

(۷) سوال یہ ہے کہ کیا حضرت عمر مسلمانوں کو ایسی بات کا حکم دینگے جو حق نہ ہو؟ تو اس کا جواب بھی رسول اکرم سے سماعت کریں:

''عن ابی ذر قال سمعت رسول اللّٰہ یقول ان اللّٰہ وضع الحق علی لسان عمر یقول بہ'' (ابوداؤد، کتاب الخراج، حدیث ۲۹۶۲. ابن ماجہ، حدیث ۱۰۸، فضائل الصحابہ)

ترجمہ: حضرت ابوذر فرماتے ہیں میں نے اللہ کے رسولﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ عزوجل نے عمر کی زبان پر حق کو جاری فرمایا تو یہ حق ہی بولتے ہیں۔

حضرت فاروق اعظم کی اہمیت کا اندازہ رسول اللہﷺ کی اس حدیث سے

بھی ہوتا ہے: "قال رسول اللہ ﷺ لو کان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب" (ترمذی، باب مناقب ابی حفص عمر، حدیث ۳۷۰۶)

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔

مذکورہ احادیث میں رسول اکرم ﷺ نے تین باتیں بیان کیں (۱) فاروق اعظم کی اقتداء کی تاکید (۲) آپ ﷺ کے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر ہوتے (۳) انکی زبان سے حق بات کا ظاہر ہونا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت عمر نے امت مسلمہ کے حق میں نہ غلط فیصلہ کیا اور نہ ہی غلط حکم نافذ کیا بلکہ جو کچھ کیا اور کہا وہ بعینہ اللہ عزوجل اور رسول اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق تھا۔

- ۷) گزشتہ صفحات میں آپ نے حدیث نمبر ۴، ۵، ۶، ۲۳، ۳۹، ۴۰، ۷، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۶، ۳۱، سے یہ واضح طور پر جان لیا کہ خود حضور ﷺ اور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت امام حسن نے ایک مجلس کی تین طلاق کو تین قرار دیا اور آپ کو یہ بھی معلوم ہیکہ یہ سب (چاروں موخر الذکر) خلفائے راشدین میں سے ہیں اور حضور کی حدیث ہے:

"علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین المھدیین"

(ابوداؤد، حدیث ۴۶۰۷۔ ترمذی، حدیث ۲۶۸۵۔ ابن ماجہ، حدیث ۴۲)

ترجمہ: تم پر میرے اور میرے خلفائے راشدین کے طریقے لازم ہیں۔

اب آپ بھی ایک مجلس کی تین طلاق کے تین ہونے پر رسول اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کے فیصلے کو تسلیم کر کے جماعت اہلسنّت میں شامل ہوجائیں۔ مزید حضور ﷺ کا ارشاد ہے "میری امت تہتر (۷۳) فرقے میں بٹ جائے گی ایک کے سوا سب جہنمی ہیں، عرض کیا گیا وہ ناجی فرقہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ماانا علیہ واصحابی" (ترمذی، حدیث ۲۶۵۰۔ ابن ماجہ، حدیث ۳۹۹۳)

جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ امت مسلمہ کیلئے وہی طریقہ قابل عمل اور باعث نجات ہے جو حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب کے طریقے کے موافق ہو۔

- (۸) بالفرض اگر ایک مجلس کی تین طلاق سے ایک ہی طلاق واقع

ہواور شوہر بیوی سے الگ ہوجائے تو اس میں کسی کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر تینوں طلاق واقع ہوجائیں (جیسا کہ جمہور کا مسلک ہے) اور شوہر بغیر حلالہ کے رجوع کرلے (جیسا کہ اہل حدیث کا مسلک ہے) تو ایسی صورت میں جمہور کے نزدیک عمر بھر حرام کاری ہوگی لہٰذا احتیاط کا تقاضہ یہ ہیکہ تین طلاقیں مانی جائیں تا کہ امت مسلمہ کو حرام کاری سے بچایا جائے۔

رخصت ہوتے وقت امام جعفر صادق کی یہ روایت ذہن میں محفوظ رکھیں "مسلمہ احمسی نے کہا:

"قلت لجعفر بن محمد ان قوما یزعمون ان من طلق ثلاثا بجهالة رد الی السنة یجعلونها واحدة یرونها عنکم قال معاذ اللّٰه ماهذا من قولنا من طلق ثلاثا فهو کما قال وفی روایة فقد بانت منه" (السنن الکبری، حدیث ۱۴۹۸۹، حدیث ۱۴۹۹۰)

ترجمہ: میں نے حضرت جعفر صادق سے دریافت کیا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ جسنے نادانی سے تین طلاقیں دیں تو وہ سنت کی طرف لوٹ آئیں گی اور ایک طلاق مانی جائے گی اور یہ لوگ آپ لوگوں (اہل بیت) سے اسکی روایت کرتے ہیں؟ آپ نے معاذ اللہ کہا اور فرمایا یہ ہمارا قول نہیں ہے ہمارا قول تو یہ ہے کہ جس نے تین طلاقیں دیں وہ تین ہی ہیں اور وہ عورت اس سے جدا ہوجائے گی۔

اس روایت کے پیش نظر اہل حدیث اور اہل تشیع دونوں کو چاہئے کے ایک مجلس کی تین طلاق کے بارے میں اپنے اختراعی مذہب پر نظر ثانی کریں۔

تمت بالخیر

طالب دعا

فقیر محمد محبوب رضا مصباحی

(نوری دار الافتاء کوٹر گیٹ، بھیونڈی)

۱۴/ جمادی الآخر ۱۴۳۳ھ